امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72
مورخہ ۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۳۱؍اکتوبر ۲۰۲۲ء روز سوموار
شمارہ نمبر 41

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ یادوں کے چراغ، حکایات اہل دل
■ ہمارے بے وزنی کے اسباب
■ ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی ادارے
■ تعلیمی پسماندگی کو کیسے دور کریں
■ مہر کی ادئیگی میں تاخیر نہ کریں
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

ہر سطح پر تعلیم وتربیت کی ضرورت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

تعلیم کے حوالے سے انسان کی ضرورتیں دو قسم کی ہیں، ایک تو مذہبی ضرورت ہے، جس کا ایک سرا اس دنیا سے اور دوسرا آخرت سے جڑا ہوا ہے، یہ تعلیم دنیوی سعادت اور اخروی نجات کے لیے ضروری ہے، اسی لیے اس تعلیم کو فرض قرار دیا گیا، جسے اصطلاح میں بنیادی دینی تعلیم کہتے ہیں، یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ سرکار کے رائٹ ٹو ایجوکیشن (تعلیم کے حق) سے الگ ایک چیز ہے، جب ہم حق کی بات کرتے ہیں تو اس سے لزوم کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اپنے حق سے دست برداری کو سماج میں بُرا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اگر اس کا تعلق مالی حقوق سے ہو اور کوئی اس سے دست بردار ہو جائے تو اسے ایثار قرار دیا جاتا ہے، یہی حال ان تمام حقوق کا ہے جس کے نتیجے میں آدمی اپنا فائدہ چھوڑ کر دوسرے کو مستفیض ہونے کا موقع عنایت کرتا ہے، لیکن فرض وہ چیز ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے، اور اگر کوئی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو وہ باز پرس، دار وگیر اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، اس لیے تعلیم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا، یعنی اس میں کوتاہی پر سزا بھی دی جا سکتی ہے، جبکہ حقوق کے حصول میں کوتاہی سزا کا موجب نہیں ہوا کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ بچے کے بجائے تنبیہ اور دار وگیر گارجین کی، کی جائیگی، کیونکہ بچوں کی طرف احکام متوجہ نہیں ہوتے۔ تعلیم کے اس مرحلے کے لیے ضروری ہے کہ سماج کے ہر طبقہ کے بچہ کو کم عمری میں ہی تعلیمی اداروں سے جوڑ دیا جائے، انہیں زری کے کارخانوں اور ہوٹلوں سے اٹھا کر مکتب، مدرسہ اور اسکول کی میز وچٹائی پر بیٹھا لا جائے تا کہ ان کی بنیادی دینی تعلیم سلیقے سے ہو سکے اور ان کا بچپنہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ پورے ہندوستان میں پھیلے مکاتب ومدارس الحمد للہ اس کام کو بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں اور عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں، لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رہنی چاہیے۔

دوسرے علوم وہ ہیں جن کی ضرورت ہمیں اپنی زندگی بسر کرنے میں پڑتی ہے، اور چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اس لیے ان علوم کو اس درجہ میں تو نہیں رکھا جا سکتا کہ سب کے اوپر اس کا حصول فرض قرار دیا جائے، لیکن سماجی اور تمدنی ضرورت کے اعتبار سے مہذب سماج کی تشکیل، عمرانی ضروریات اور زندگی برتنے کے فن کی واقفیت کے لئے الگ الگ علوم وفنون میں مہارت بھی ضروری ہے، ہمیں رہنے کے لیے گھر چاہیے؛ اس گھر کا نقشہ بنانے کے لئے اچھے انجینئر کی ضرورت ہے، بغیر انجینئرنگ میں مہارت کے ہم اس کام کو سلیقے سے نہیں کر سکتے، یہ سلیقگی مکتبی تعلیم سے اوپر اٹھ کر جدید عصری اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اس کے لیے مسلمانوں کو انجینئرنگ کالج کھولنے بھی چاہیے اور اپنے بچوں کو اس شعبے میں تیار بھی کرنا چاہیے، کیونکہ آج یہ معاشی استحکام کا بڑا ذریعہ ہے اور پوری دنیا میں سول اور میکینکل انجینئرنگ کی مانگ بہت زیادہ ہے، اس میدان میں آگے بڑھنے کا سیدھا مطلب اعلیٰ تعلیم میں مہارت کے ساتھ مسلمانوں کے افلاس اور پس ماندگی کو دور کرنا ہے۔

اسی طرح ہماری صحت کا مسئلہ ہے، یہ ایک جسمانی ضرورت ہے، اس کے لئے ہمارے پاس اچھے ڈاکٹر ہونے چاہیے، جو ہماری بیماریوں کا علاج کر سکیں، میڈیکل کی تعلیم کے لیے ہمارے پاس میڈیکل کالج بھی ہونے چاہیے اور اچھے اسپتال بھی، دو چار مسلمانوں کے میڈیکل کالج اور دس بیس اسپتال، آبادی کی ضرورت کو پوری نہیں کر پاتے، یقیناً اسپتال کا کام انسانی بنیادوں پر ہوتا ہے اور مریض اور اسپتال کے منتظمین کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کون کس علاقے اور کس مذہب کا ہے، لیکن اسپتال بڑی تعداد میں ہوں گے تو مریضوں کو سہولت ہوگی اور کم خرچ میں علاج کے حصول کے لیے بھی سوچنا ممکن ہوگا، یہی حال دیگر سائنسی علوم میں مہارت کا ہے، ہمارے بچے ابتدائی تعلیم سے ثانوی تک جاتے جاتے گھر بیٹھنے اور معاشی وسائل کے حصول کے لیے فکر مند ہو جاتے ہیں، اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ کم ہے، اس لیے ہماری حصہ داری اوپر میں کم ہوتی جا رہی ہے، آئی، اس، آئی پی اس، میں نمائندگی گھٹتی جا رہی ہے، سیاسی گلیاروں اور حکومت کے ایوانوں میں بھی آزادی کے بعد ہم مسلسل کم ہو رہے ہیں، ہمارے یہاں لیاقتوں کی کمی نہیں ہے، کمی فکر مندی، منصوبہ بندی اور اس حوصلے کی ہے جو انسان کو آگے بڑھنے کے لیے مہمیز کیا کرتا ہے، یہ مہمیز کرنے والی قوت الگ ہونی چاہیے، اس کے لیے ادارے، تنظیمیں، جماعتیں، جمعیتیں اور سماج کے مختلف طبقات کو آگے آنے کی ضرورت ہے، آج سوشل سائٹس پر ملی قائدین کے خلاف سب وشتم، گالی گلوج اور بُرا بھلا کہنے کی مہم زوروں پر ہے، اس بُرا بھلا کہنے والوں سے پوچھیے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو جواب ہوگا صرف تنقید، جو لوگ دوسروں کو بُرا بھلا کہنے میں اپنی توانائی صرف کر رہے ہیں، اگر وہ اپنی انرجی اور توانائی ملی مسائل کے حل، تعلیمی بیداری اور معاشی اعتبار سے مسلمانوں کو اٹھانے پر صرف کریں تو اس سے ملت کو بے پناہ فائدہ پہونچے گا، کام آگے بڑھے گا، اس کے برعکس ملی قائدین کو بُرا بھلا کہنے سے رہا سہا اعتماد بھی ختم ہوتا ہے، اور جو صاحب تنقید کی بساط بچھائے ہوتے ہیں ان کے اندر خود کچھ کرنے کی صلاحیت ہوتی نہیں اس لیے ایک خلا سا محسوس ہونے لگتا ہے، ہمیں اپنی صلاحیتوں کو جدید اعلیٰ تعلیم کے مواقع پیدا کرنے، یونیورسٹی، کالج، انٹر کالج اور عصری علوم کے اداروں کے کھولنے میں لگانی چاہیے، شرعی حدود وقیود کے ساتھ لڑکیوں کے لیے بھی تعلیمی ادارے کھولنے چاہیے اور ان کو آگے بڑھانا چاہیے اس لیے کہ ایک مرد پڑھتا ہے تو فرد پڑھتا ہے، لیکن ایک لڑکی پڑھتی ہے تو گھر پڑھتا ہے، خاندان کی تعلیم کی بنیاد پڑتی ہے، اور آنے والی نسل کے تعلیم یافتہ ہونے کے امکانات پیدا ہوتے ہیں، ہمیں ذریعہ تعلیم کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے، انگلش میں بچے کی مہارت اور چیز ہے اور ذریعہ تعلیم اسے بنانا بالکل دوسری چیز، ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ مادری زبان ابتدائی تعلیم کے حصول میں زیادہ معاون اور مؤثر ہے لیکن ہمارا رجحان انگلش میڈیم اسکولوں اور کنونٹوں کی طرف بڑھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے بچے بھی اردو زبان سے نابلد ہیں اور اردو کا بڑا سرمایہ ان کی پہونچ سے باہر ہے، ہمیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں ہے، یہ ایک تہذیب ہے، یہ ایک ثقافت اور کلچر ہے، اردو زبان سے نابلد رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک تہذیب اور ثقافت وکلچر سے نابلد ہوتے جا رہے ہیں، ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ہم اپنی مادری زبان کو فراموش نہ کریں، تا کہ ہماری تہذیب، مذہب اور ثقافت سے ہمارا رشتہ منقطع نہ ہو، ان تمام باتوں کے ساتھ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محض تعلیم کا حاصل کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ ہمیں ہر سطح پر اعلیٰ اخلاقی اقدار بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جس کے بغیر انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور بھلائی کا تصور ناپید ہوتا ہے، یہ اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا ہوں گے تو ڈاکٹر مریض کو آپریشن ٹیبل پر لے جانے کے بعد دوسرے مرض کے انکشاف پر فیس بڑھانے کی بات نہیں کرے گا، انجینئر نقشہ بناتے وقت پڑوسی کے گھر کی ہوا، روشنی وغیرہ کے لیے فکر مند ہو کر نقشہ بنائے گا، سائنس داں مہلک ہتھیاروں کو بناتے وقت اس سے بچاؤ کی تدبیروں پر بھی ریسرچ کرے گا، سیاست داں، ابن الوقتی، خود غرضی، مفاد پرستی سے اونچا اُٹھکر بدعنوانی سے پاک سماج بنانے اور لوگوں کے فائدے کے لیے کام کریں گے، غرض تعلیم کے ساتھ تربیت بھی انتہائی ضروری ہے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی فراہمی کے لیے ہمیں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے اداروں کے قیام پر بھی توجہ دینی چاہیے کیونکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے معیاری طلبہ یہیں سے فراہم ہو سکتے ہیں، اور مقابلہ جاتی امتحان میں کامیابی کے بعد ملک وملت کے لیے کار آمد ہو سکتے ہیں، ان اداروں میں تربیتی نظام کو اعلیٰ پیمانے پر رائج کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ان اداروں سے فارغ ہونے والے صرف ڈاکٹر انجیئر سیاست داں، دانشور نہ ہوں؛ بلکہ وہ اپنی خدمات کے ذریعہ فرد سے لے کر سماج کے مختلف طبقات کو فائدہ پہونچا سکے۔

ایک بڑا مسئلہ حصول تعلیم میں گراں قدر اخراجات کا ہے، مسلمانوں کی معاشی حالت عمومی طور پر ایسی نہیں ہے کہ وہ تعلیم کی انڈسٹری سے مطلوبہ علوم حاصل کر سکیں، اس کے لیے ان تمام سرکاری اور غیر سرکاری اسکیموں سے ہمیں طلبہ کو واقف کرانا چاہیے، جس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے بچے تعلیم کو جاری رکھ سکیں، اور تعلیم چھوڑنے کے تناسب میں کمی آ سکے، میرا خیال ہے کہ تھوڑی سی چوکسی اور مختلف تنظیموں کی طرف سے تھوڑی معلومات کی فراہمی سے ہم اس پریشانی سے چھٹکارا پا سکتے ہیں، ضرورت ہے عزم وارادہ کی، عزم کمزور ہو اور ارادہ متزلزل تو مالی مشکلات راستے میں حائل ہو جائیں گی اور ان کو عبور کرنا آسان نہیں ہوگا، اس لیے ہمیں اپنے جوانوں میں، طالب علموں میں اعتماد پیدا کرنا چاہیے کہ تم ساری رکاوٹوں دشواریوں اور مشکلات کے باوجود بہت کچھ کر سکتے ہو بقول شاعر

ع۔ چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزم سفر پیدا

ایک بڑا کام یہ بھی کرنے کا ہے کہ جو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان کے لیے معیاری تعلیم کا نظم کیا جائے، ادارہ جس سطح کا ہو اور جس طرح کا بھی، وہاں سے ہمارے فارغین اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مکمل ہوں، ہم جانتے ہیں کہ یہ دور مقابلوں کا ہے، معیار کا ہے، کوالیٹی نہیں رہے گی تو ہم کمپٹیشن کے اس دور میں بچھڑتے چلے جائیں گے، ہم جس معیار کی بات کرتے ہیں، وہ ہمارے مقابل سے کئی گنا آگے ہو، اس لیے کہ بحالی والا قلم جن کے ہاتھ میں ہے، وہ عام حالات میں ہم تک پہونچتے پہونچتے شل ہو جاتا ہے اور ہمارے طلبہ کو مختلف قسم کے تعصّبات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے ہمیں ہیوی اکسٹرا صلاحیت کے ساتھ میدان میں اترنا ہوگا، میں بات صلاحیت کی کر رہا ہوں، صرف نمبرات کی نہیں، نمبرات کے باوجود کاغذات کے اس ٹکڑے کے پیچھے علمی صلاحیت کا فقدان ہو تو ہمیں کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا، ہمیں آگے بڑھنا ہے، علم کے میدان میں، تحقیق کے میدان میں، تجربات کے میدان میں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک وملت کا مفید حصہ بننا ہے، یہ ایک تحریک ہے، یہ مہم ہے اس تحریک اور مہم کو کامیاب کرنے کے لئے سب کو آگے آنا چاہیے۔

اللہ کی باتیں ----رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

چند بنیادی ہدایتیں

''اور تم کو جس بات کی تحقیق نہ ہو، اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ، یقیناً کان، آنکھ اور دل، انسان سے ان سب کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی'' (بنی اسرائیل، آیت:۳۶)

مطلب: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی سے متعلق چند بنیادی ہدایتیں دی ہیں، جن کی سماجی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان فضول اور لایعنی باتوں کے کرنے سے گریز کرے اور جس بات کی اس کو تحقیق نہ ہو، اس کے پیچھے نہ پڑے، اس وقت تک جب تک کوئی بات غالب گمان کے درجہ میں نہ آجائے، کیونکہ قیامت کے دن انسان سے اس کے کان، آنکھ اور دل کے بارے میں سوال ہوگا۔

یاد رکھئے کہ! اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، کسی شخص کو علم وفضل اور کمال ہنر کی نعمت عطا کی، کسی کو عقل وشعور کی دولت بخشی اور کسی کو دنیاوی سعادت وقیادت کی نعمت عطا کی، یہ سب نعمتیں قدرت کا عطیہ ہیں، اس کا شکر یہ ہے کہ ان صلاحیتوں سے وہ کام لیا جائے جو منعم حقیقی کو پسند اور مطلوب ہو، خیر وبھلائی اور نیکی کو پھیلانے اور بڑھانے میں صرف ہو، اللہ نے سننے کے لئے کان اور چلنے پھرنے کے لئے دو پیر دیئے، پکڑنے کے لئے دو ہاتھ دیئے اور بولنے کے لئے زبان کے اندر قوت گویائی عطا کی، بظاہر ان اعضاء کو انسان کے لئے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے عطا کیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی ان تمام نعمتوں کو حق کی اطاعت کیلئے استعمال کرے اور ان راہوں سے پوری طرح بچا جائے، جو غلط ہیں، اگر ہم نے اس کو یونہی چھوڑ دیا کہ جس پر چاہا ہاتھ صاف کر دیا، جو دل میں آیا بے دھڑک بول دیا، جو چاہا چھوڑا اور جو چاہا کھایا، یہ جانوروں کی صفت تو ہو سکتی ہے، عقل وشعور رکھنے والے انسان کے لئے نہ مناسب ہے اور نہ ہی مفید ایسے لوگ دنیا میں ذلیل وخوار تو ہوں گے ہی، قیامت کے دن بھی انہیں اپنے کرتوتوں کا حساب دینا ہوگا، ہم آج جو کچھ کر رہے ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہے وہ ہماری نیتوں سے خوب واقف ہے، وہاں ہر چیز کا ہمیں حساب دینا ہوگا، انسان کی آنکھ، کان، دل، سب کے سب اللہ کے نزدیک مسئول ہیں، ہمارے لئے ہزار بار سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم خود کو کہاں اور کسی طرح استعمال کر رہے ہیں اور ہمارا یہ استعمال شکر کے خانے میں ہے، یا ناشکری کے، اگر ہم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر بجالایا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے، اور اگر ناشکری کی تو پھر وہی گرفت سخت ہوگی: ''لئن شکرتم لأزیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید'' اس لئے ہر مومن بندہ کو اللہ کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہئے جس کا تقاضا ہے کہ خلق خدا کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کرنی چاہئے اور ہر ایسا عمل جو اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر ہو کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حسن عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

دین وشریعت پر ثابت قدم رہئے

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ذی وقار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا، لہذا غرباء کے لئے خوش خبری ہے'' (مشکوۃ شریف)

وضاحت: اللہ رب العزت نے جب اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رسالت ونبوت کا تاج رکھا تو اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب وادیان کے ماننے والے موجود تھے، خود سرزمین حجاز کفر وشرک کا مرکز تھا، لوگ بت پرستی اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے، ایسے پرفتن ماحول میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق وانصاف کی صدا لگائی اور وحدانیت کا پیغام سنایا تو مشرکین مکہ مخالفت پر اتر آئے اور ایذا رسانی کرنے لگے، تاہم چند قلوب صافیہ پر ایمان کے عکس نے ان کے فکر ونظر کو بدل دیا اور وہ آپ کے اطاعت شعاروں میں شامل ہو گئے، مگر ان کی تعداد معدودے چند تھی، ایمان قبول کرنے کے بعد وہ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گذارنے پر مجبور تھے، وہ خود اپنے قبیلہ اور خاندانوں میں بیگانے ہو گئے تھے، گھر والوں کی نظروں میں بھی حقیر وکمتر تصور کئے جاتے تھے، مگر چونکہ ان کا ایمان بہت پختہ تھا، اس پر وہ ثبات قدمی کے ساتھ جمے رہے، اذیتیں برداشت کیں، وطن سے بے وطن تک ہوئے، پھر رفتہ رفتہ اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا اور بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کے بعد پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ دین واسلام اور اتباع سنت سے دور ہوتے جائیں گے، اب اگر کفر وشرک کے ماحول میں جو لوگ مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے، ان کے لئے خوشخبری ہے، اللہ کے یہاں ان کا مقام اتنا بلند ہوگا کہ اگر وہ کسی چیز کے بارے میں اللہ کی قسم کھالیں تو یقیناً اللہ پاک ان کی لاج رکھتے ہوئے اس کی قسم کو پورا کریں گے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جس غرباء پر رشک کیا گیا ہے، ان کی صفت یہ بھی ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اس وقت تک جمے رہیں گے، جبکہ دوسرے لوگ اعراض کرنے لگیں گے، حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول گرامی غرباء کے لئے خوشخبری ہے کا مطلب یہی ہے کہ غریب لوگ آخری دور میں بھی دین اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور اپنی استقامت کا ثبوت دیں گے، کتاب اللہ اور سنت رسول کو اختیار کئے ہوں گے، لہذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان واسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے، خوش بختی وسعادت مندی ہے، اس لئے کہ آخر زمانہ میں بھی یہی بیچارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے، ان کے دوست صرف اللہ، اس کے رسول اور مومنین ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں وہی لوگ عزت واحترام کے مستحق قرار دئے جائیں گے، جو مشکل حالات میں بھی اللہ کی وحدانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل یقین کے ساتھ دنیاوی زندگی گذارتے ہیں، جو لوگ یاد الٰہی سے غفلت برتتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اعراض کرتے ہیں، وہ عنداللہ سخت سزاوار ہوں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت اور اس کی مبارک بادی

س: آج کل کچھ مسلمان غیر مسلمان بھائیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی بنیاد پر نہ صرف ان کے مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں، بلکہ جشن مناتے ہیں، ہولیاں کھیلتے ہیں، تحفہ تحائف دیتے ہیں، ان کی پوجا باٹ میں چندہ دیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے، ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب ہوتا ہے مذہبی رواداری ہے جس کی اجازت ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ بہ حیثیت انسان دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آیا جائے، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے، ان کے دکھ درد اور رنج وغم میں دادرسی کی جائے اور ظلم وزیادتی سے پرہیز کیا جائے: ''لَا یَنۡهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ'' (سورۃ الممتحنۃ:۸)

لیکن وہ اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسا دوستانہ تعلق قائم کیا جائے کہ ایک مسلمان اس کے مذہبی رنگ میں رنگ جائے، ان کے تہواروں میں شریک ہو کر ان کے کفر پر مبنی اعمال کی تائید کرے، اس پر اپنی خوشی اور نیک خواہشات کا اظہار کرے، اس موقع پر انہیں تحفہ وتحائف سے نوازے اور ان کی پوجا پاٹ میں تعاون کرے، کیونکہ کفر اللہ رب العزت کو گوارا نہیں اور شرک کی آمیزش بالکل قبول نہیں: ''اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنۡكُمۡ وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ'' (الزمر:۷) اگر تم کفر کروگے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ مَنۡ یُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا'' (النساء:۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھہرائے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

وہ ایسے لوگوں کے ساتھ میلان اور ان کے شرکیہ وظالمانہ اعمال میں شمولیت ومعاونت پر اپنے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ'' (ھود:۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھک جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم کو بھی دوزخ کی آگ پکڑ لے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا: ''لَا یَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَلَیۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِیۡ شَیۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ وَ اِلَی اللّٰهِ الۡمَصِیۡرُ'' (آل عمران:۲۸) ایمان والوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مگر سوائے ایسی صورت کے کہ ان کے شر سے بچاؤ مقصود ہو۔

اسلامی تاریخ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب لوگوں نے مذہبی تہواروں میں شرکت کیلئے کہا تو انہوں نے یہ کہہ کر جانے سے اعراض کیا کہ میں بیمار ہوں، اس لئے (نہیں جا سکتا) ''اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ'' (الصفت:۸۹)

مکہ والے جب حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ظلم وستم کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر کے ان کے ایمانی نشہ کو اتارنے میں ناکام ہوئے تو آخر میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کا یہ طریقہ پیش کیا کہ جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں ہم بھی اس کی عبادت کیا کریں گے، اور جن معبودوں کی ہم پوجا کرتے ہیں آپ بھی ان کی عبادت کریں۔

ظاہر ہے یہ بات ناقابل قبول تھی جیسے ایک چیز بیک وقت سفید اور سیاہ نہیں ہو سکتی، جیسے روشنی اور تاریکی کا جمع ہونا ممکن نہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک شخص بیک وقت توحید کا قائل بھی ہو اور شرک کا مرتکب بھی، اللہ تعالیٰ نے زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دوٹوک الفاظ میں اعلان کروادیا: ''قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ (۱) لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ (۲) وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ'' (الکافرون:۱-۳) اے کافرو! جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کر سکتا اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں کفر وشرک پر رہتے ہوئے تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے، البتہ مصالحت کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ ''لَكُمۡ دِیۡنُكُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ'' تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین، نہ تو ہم تمہارے طور وطریق میں چھیڑ چھاڑ کریں گے اور نہ تم ہمارے طور وطریق میں چھیڑ خانی کرو، یہی ہے رواداری کہ اپنے دین اور اپنی دینی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسرے اہل مذاہب کے معاملہ میں چھیڑ خانی سے گریز کیا جائے، نہ یہ کہ اپنی شناخت اور پہچان کھو دیں اور دوسروں کے رنگ میں رنگ جائیں، رواداری کے نام پر غیر اسلامی شعائر کو اختیار کرنا خطرناک عمل ہے اور راہ راست سے بھٹک جانے اور دولت ایمان سے محروم ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے وقت اس بات پر بھی بیعت لیتے کہ کفار ومشرکین کے مذہبی تہواروں اور ان کے رسم ورواج سے الگ تھلگ رہنا، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان باتوں پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کروگے، نماز ادا کروگے، زکوۃ دوگے، مسلمانوں کو نصیحت کروگے اور مشرکوں سے انکے مذہبی معاملات اور رسم ورواج میں الگ رہوگے۔

''ابایع علیٰ ان تعبد اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوۃ وتناصح المسلمین وتفارق المشرکین'' (سنن نسائی:۴۱۹۴، کتاب البیعۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس:۴۰۳۳) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا، لہذا ایک مسلمان پر غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت اور اس کی مبارکبادی سے احتراز لازم وضروری ہے: ''من کثر سواد قوم فھو منھم'' (کشف الخفا:۲/۲۴۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلدنمبر 62/72 شمارہ نمبر 41 مورخہ ۴/ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۳۱/اکتوبر۲۰۲۲ء روزسوموار

مدارس اسلامیہ کنونشن

امارت شرعیہ کی جانب سے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم وہدایت پر نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے ۶/نومبر۲۰۲۲ء کو المعہد العالی ہال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ''مدارس اسلامیہ کنونشن' کے عنوان سے ایک اجلاس طلب کیا ہے، جس میں بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، مغربی بنگال کے تقریبا پانچ سو مدارس کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے، اجلاس میں مدارس کو درپیش موجودہ خطرات، تعلیم وتربیت کے مسائل، انتظام وانصرام کو مزید چاق وچوبند اور عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے جیسے موضوعات زیر بحث آئیں گے۔ اجتماعی غور وفکر سے کوئی حل سامنے آئے گا۔ انشاء اللہ

واقعہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ اس وقت بڑے نازک دور سے گذر رہے ہیں، اس کو نیست ونابود کرنے کی جو مہم آسام کی بی جے پی حکومت نے چلائی تھی، اسے یوپی کی یوگی حکومت نے بڑے پیمانے پر نافذ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، عجلت میں وہاں کے مدارس کا سروے کرایا گیا اور سات ہزار پانچ سو مدارس کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا، غیر قانونی کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب ان کے خلاف کارروائی ہوگی، حالاں کہ ان میں بیش تر کا معاملہ یہ ہے کہ وہ رجسٹرڈ سرکار کے یہاں نہیں ہیں، رجسٹرڈ نہ ہونے کا مطلب غیر قانونی ہونا نہیں ہوتا، یہ مدارس دستور میں اقلیتوں کو دیے گئے حقوق کے مطابق چلائے جارہے ہیں، پھر وہ غیر قانونی کس طرح ہوسکتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ نے ہر دور میں تعلیم کی ترویج واشاعت میں نمایاں اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، اس نے لادینی بے راہ روی، بے حیائی کے خلاف اپنی تربیت کے ذریعہ مؤثر مہم چلائی اور ایسے افراد تیار کئے، جن میں صالحیت بھی تھی اور صلاحیت بھی، بہار ہی نہیں، ملک، بلکہ بیرون ملک تک مدارس اسلامیہ کے فارغین کی خدمات کے نقوش ثبت ہیں اور ان کی جدوجہد کے مناظر ومظاہر، ہر علاقے میں دیکھے جاسکتے ہیں، تعلیم کو تجارت بنانے کے اس دور میں بھی یہ مدارس، غریب ونادار، بے کس وبے سہارا بچوں کے لئے تعلیم کا سب سے بڑا اور واحد ذریعہ ہیں، تعلیمی اداروں میں ہوسٹل اور ان کے خورد ونوش کا تصور بھی مدارس اسلامیہ ہی کا دیا ہوا ہے، جس کو جزوی طور پر ''مڈڈے میل'' کے طور پر حکومت نے اسکولوں میں نافذ کیا اور اسے اسکولی تعلیم کو پرکشش بنانے کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا۔

مدارس اسلامیہ میں بڑی تعداد تو ایسے مدارس کی ہے جو آج بھی سود وزیاں سے بے نیاز ملت کے چندوں سے اس کام کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں، اور ملت کے بچوں کو تعلیم سے آشنا کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کی نظر مالی منفعت پر نہیں، تعلیم کو عام کرنے پر ہے، وہ سرکاری امداد کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، بلکہ بہت سارے اسے مدارس کے لئے مضر سمجھتے ہیں، بوریہ نشیں ان علماء نے روکھی سوکھی کھا کر اور کھلا کر، چٹائی اور بوریوں پر سو کر اور بچوں کو سلا کر مسلمانوں کو علم سے آراستہ کردیا۔ اور اجرت کے حصول کے بجائے اجر اخروی کی توقع پر زندگی گذار دی۔

اس مہم کا ایک حصہ ایسے مدارس بھی ہیں جو بہار کے تناظر میں پہلے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ، پھر بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ اور اب بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق ہیں، اپنے ایک سو دو(۱۰۲) سالہ دور میں ان مدارس کے ذریعہ بھی بڑی تعداد میں علماء اور دانشور پیدا ہوئے، امیر شریعت خامس حضرت مولانا عبد الرحمٰنؒ نے بھی وہیں تعلیم پائی تھی، مولانا سید محمد شمس الحق سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر کی متوسطات تک کی تعلیم ایسے ہی مدرسہ میں ہوئی تھی، اس طرح کے بہت سارے نام لئے جاسکتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی خدمات دونوں سطح پر بڑے پیمانے پر جاری ہیں، اور اس کے اثرات بھی مختلف انداز کے سامنے آرہے ہیں، میرا احساس یہ ہے کہ تعلیمی اداروں کی ترقی اور تربیت کے خوب سے خوب تر بنانے کی کوئی آخری منزل نہیں ہوتی، یہاں تو بڑھتا جا، اور چڑھتا جا، کا موقع ہوتا ہے، اسی لئے ہر دور میں اکابر علماء نے اصلاح تعلیم وتربیت اور اصلاح نصاب کی تحریک چھیڑی اور اس نظام کو جمود سے بچانے کی قابل قدر اور بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں۔ اب امارت شرعیہ نے یہ تحریک چھیڑی ہے اور اسے بہار کے دور دراز مدارس تک پہونچا دینے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے، پھر دورے وغیرہ کی ترتیب بنے گی اور کار وائی آگے بڑھے گی، ہمیں اس تحریک سے نیک توقعات رکھنی چاہئے اور ہر ممکن مدد کرنی چاہئے اور ہر سطح پر اس مہم کو کامیاب کرنے کی عملی جدوجہد میں ہاتھ بٹانا چاہئے۔

حدیث میں ''تھوڑا عمل اور مسلسل عمل'' کی اہمیت بتائی گئی ہے، ہمیں اس اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور مسلسل اس کام کو جاری رکھنا چاہئے، ہمارے کام کا مزاج سوڈا کے ابال جیسا بن گیا ہے، جوش کے ساتھ ایک رات میں مسجد بھی بنا دیتے ہیں اور تالاب بھی کھود دیتے ہیں، لیکن بقول مولانا ابو الکلام آزاد ایک ایک اینٹ جوڑ کر مسلسل اس کام کو نہیں کر پاتے اور پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ''مردے از غیب بروں آید وکارے کند''، ہمیں اپنے اس طرز عمل کو بدلنا ہوگا، اور اس کٹھن کام کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے طویل منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

رِشی سونک- برطانیہ کے نئے وزیر اعظم

برطانیہ کی وزیر اعظم اور کنزرویٹو پارٹی کی رہنما لزرِبرس نے پینتالیس دن بعد اپنے عہدہ سے ۲/اکتوبر کو استعفیٰ دے دیا، انہوں نے پریس کانفرنس میں اس کی وجہ بتائی کہ میں وہ کام نہیں کر پارہی تھی، جس کے لیے مجھے وزیر اعظم منتخب کیا گیا تھا، یہ سیاست میں اخلاقیات کی عمدہ مثال ہے، ہم برطانوی تہذیب وثقافت سے جس قدر بھی اختلاف رکھیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سیاست داں اس اخلاقی اقدار سے کوسوں دور رہیں، اور ملک چاہے جہاں پہونچ جائے وہ کرسی چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔

یقیناً لزبرٹس کے استعفیٰ کے پیچھے برطانوی سیاست میں جاری خلفشار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جس کی وجہ سے گذشتہ چار ماہ میں برطانوی عوام نے تین وزراء اعظم اور چار وزیر خزانہ کو دیکھا، اور پھر بھی ملکی معیشت کو مضبوط بنیاد نہیں مل سکی، اس کی وجہ سے عالمی سطح پر برطانیہ کی ساکھ کو کافی نقصان پہونچا، ایسا ممکن ہے کہ اگلے انتخاب میں کنزرویٹو پارٹی کا صفایا ہوجائے اور لیبر پارٹی برسر اقتدار آجائے، لیکن انتخاب ابھی دور ہے، اسے ۲۰۲۳ء میں ہونا ہے، اور پارلیمان میں کنزرویٹو کو اکثریت حاصل ہے، اس لیے کنزرویٹو ممبران نے ہندنژاد رشی سونک کا اگلے وزیر اعظم کے طور پر انتخاب کرلیا ہے، سابق وزیر اعظم بورس جانسن کی حمایت اور آخری مرحلہ میں پینی مورڈانٹ کے اپنے نام واپس لینے کی وجہ سے یہ انتخاب متفقہ طور پر ہوا، بادشاہ چارلس سوم نے انہیں حکومت بنانے کی دعوت دی اور وہ باضابطہ وزیر اعظم ہوگئے۔

وزیر اعظم رشی سونک برطانیہ کے سب سے کم عمر ہندنژاد سنتانویں (۵۷) وزیر اعظم ہیں، دسمبر ۱۷۸۳ء میں ولیم پٹ صرف چوبیس سال کی عمر میں وزیر اعظم منتخب ہوئے تھے، رشی سونک کی عمر اس وقت بیالیس (۴۲) سال ہے، اس طرح دو سو دس (۲۱۰) سال کی مدت میں وہ سب سے کم عمر وزیر اعظم بنے ہیں، ان کے دادا گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے تھے جو اب پاکستان میں ہے نقل مکانی کینیا کرکے برطانیہ چلے گیے تھے، وہیں رشی سونک کی پیدائش ہوئی، انہوں نے ۲۰۰۹ء میں انفورٹس کے شریک بانی نارائن مورتی کی بیٹی اکچھتا مورتی سے شادی کی، اکچھتا مورتی کے پاس آنجہانی ملکہ الزبتھ سے دوگنی دولت ہے، اکچھیتا کی انفوسس میں ستر کروڑ ڈالر کے حصص ہیں، جب کہ ملکہ کے پاس صرف چھیالیس کروڑ مالیت کی منقولہ وغیر منقولہ جائداد تھی، اس طرح بیوی کے واسطے سے رشی سونک برطانیہ کے مالدار ترین انسان ہیں۔

رشی سونک کے اس عہدہ تک پہونچنے کی مدت صرف سات سال ہے، 2015ء میں وہ یارک شایر کے رچ منڈ حلقہ سے پہلی بار پارلیامنٹ کے لیے چنے گیے تھے، اس درمیان ۲۰۱۶ء میں وہ بریگزٹ کی حمایت میں تحریک چلانے کی بنیاد پر لوگوں میں مقبول ہوئے، پارٹی میں اپنے اثرات بڑھائے، ۲۰۱۷ء میں دوبارہ چُن کر آنے کے بعد پارلمنٹری پرائیوٹ سکریٹری بنے، ۲۰۱۸ء میں تھریسا کے دور میں پہلی بار وزیر بنے، تیسری بار ۲۰۱۹ء میں منتخب ہونے کے بعد بورس جانسن کی حمایت میں آگے آئے، ۲۰۲۰ء میں وزیر خزانہ بنے، کورونا کے زمانہ میں برطانیہ کی معیشت کو گرنے نہیں دیا، اور ۲۰۲۲ء میں وزیر اعظم کی کرسی تک پہونچ گیے۔

اس وقت پرتگال اور ماریشش کے وزیر اعظم اور سنگاپور، سُوری نام گویانا، سے شیل اور ماریشش کے صدر بھی ہندنژاد ہیں، اس کے علاوہ امریکہ کناڈا، نیوزی لینڈ، آئرلینڈ، جاپان، کینیا، نیدرلینڈس، پرتگال اور بہت سارے دوسرے ملکوں میں بھی ہندوستانی نژاد بڑے عہدے ومناصب پر فائز ہیں، لیکن ہندوستانی میڈیا میں رشی سونک کا وزیر اعظم بننا اس لیے چرچا کا موضوع رہا کہ جس ملک کو انگریزوں نے دو سو سال تک اپنا غلام رکھا، وہاں ایک ہندوستانی نژاد اعلیٰ منصب تک پہونچ گیا، اسے ایک اعزاز اور فخر کے طور پر دیکھا جارہا ہے، کملا ہاسن بھی جب امریکہ کی نائب صدر منتخب ہوئی تھیں تو ایسا ہی شور مچا تھا، خوشی منانا بُرا نہیں ہے، لیکن جب ہم سونیا گاندھی کو غیر ملکی کہہ کر وزیر اعظم کی کرسی تک نہیں پہونچنے دیتے، علامہ اقبال سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا لکھنے اور ہندوستان میں پیدا ہونے کے باوجود غیر ملکی ہیں، پشتوں سے رہ رہے یہاں کے لوگوں پر سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے ذریعہ غیر ملکی ہونے کی تلوار لٹک رہی ہے، ایسے میں ہمیں رشی سونک کے ہندوستانی نژاد ہونے پر تالی پیٹنے کا کیا جواز بنتا ہے اور اس سے ہندوستانی مسائل ومعاملات میں کیا بہتری آئے گی، یہ چرچا کا موضوع ہے۔

وزیر اعظم رشی سونک کے لیے آگے کی راہ آسان نہیں ہوگی، حالاں کہ وہ بورس جانسن کی وزارت میں وزیر خزانہ رہ چکے ہیں، جو برطانیہ میں وزیر اعظم کے بعد دوسرا بڑا عہدہ ہے۔ ۲۰۱۶ء میں برطانیہ کے بریگزٹ سے نکلنے کے فیصلے، ریفرنڈم اور اس کے نتیجے میں چار فی صد کی اکثریت سے بریکزٹ حامیوں کی جیت نے برطانوی عوام کو مسلسل تذبذب میں ڈال رکھا ہے، اور ملک تیزی سے کساد بازاری کی طرف بڑھ رہا ہے، عالمی منڈی میں اپنی ساکھ بچانے کے لیے اور برطانوی پونڈ کی قیمت کو ڈالر اور یورو کے مقابل بنائے رکھنے کے لیے بھی برطانیہ کو اپنی پالیسی میں نمایاں تبدیلی کرنی پڑے گی، سست رفتار ترقی، افراط زر، توانائی کی قیمتوں میں اضافہ جیسے اہم امور سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہے، وہاں بادشاہت بھی طاقت کا روایتی مرکز رہی ہے، ملکہ کے انتقال کے بعد ابھی ان کے صاحب زادہ نے مسند کو سنبھالا ہی ہے، ایسے میں ان کے رویہ اور سوچ کا بھی اقتدار پر اثر پڑے گا۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

الحاج انجینئر محمد صالح

امارت مجیبیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ دربھنگہ کے سکریٹری، امارت شرعیہ کی مجلس ارباب حل وعقد کے رکن، مجلس شوریٰ کے مدعو خصوصی، باوقار، بردبار، عبادت گذار، صالحیت اور صلاحیت کے مرقع، اسم بامسمیٰ انجینئر محمد صالح ساکن مہدولی، دربھنگہ کا ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷/ اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ بوقت ساڑھے سات بجے صبح ان کے آبائی مکان واقع مہدولی میں انتقال ہو گیا، گذشتہ اتوار کو مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ کے ساتھ عیادت کے لیے میری حاضری ہوئی تو وہ ماہتاب صاحب کے گھر سے اپنے گھر منتقل ہو نہیں رہے تھے، کیے جا رہے تھے، منظر بالکل جنازہ جیسا تھا، وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے اور چار کاندھوں پر سوار تھے، کوئی چار ماہ قبل ہڈی کا کینسر ثابت ہوا تھا، میدانتا پٹنہ اور بنارس میں علاج جاری تھا، جب ہم لوگ حاضر ہوئے تھے، ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا اور سانس کی ڈور ٹوٹنے کے لیے دو دن کی مدت مقرر کی تھی، قوت ارادی مضبوط تھی، وقت مقرر دو دن بعد کا تھا، اس لیے دو دن اور کھینچ لے گیے، عیادت کے لیے حاضری ہوئی تھی تو آنکھوں سے آنسو جاری تھا، مصافحہ کے ہاتھ اٹھا رہے تھے اور وہ گر، گر جا رہا تھا، ہم لوگوں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور مل کر بجھے ہوئے دل کے ساتھ واپس آ گیا، اندیشہ یہ بھی تھا کہیں راستہ ہی سے واپس نہ ہونا پڑے، جو حالت تھی، اس میں یہ اندیشہ بے وجہ بھی نہیں تھا، ہم لوگ واپس ہو گیے، چار روز کے بعد سانس کی رفتار جو عیادت کے وقت ناک سے زیادہ منہ سے قائم تھی، وہ بھی ٹوٹ گئی، لاولد تھے پس ماندگان میں ایک اہلیہ، ایک بھائی کو چھوڑا، حضرت امیر شریعت کے حکم اور نائب امیر شریعت کے مشورہ سے ایک وفد نے جنازہ میں شرکت کی، جس میں مولانا سہیل احمد ندوی مولانا مجیب الرحمٰن دربھنگوی اور راقم الحروف شامل تھا، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز مغرب مفتی خبیب احمد صاحب سابق قاضی امارت شرعیہ دربھنگہ نے پڑھائی اور مقامی قبرستان مہدولی میں تدفین عمل میں آئی، سینکڑوں لوگ ان کو آخری منزل تک پہونچانے میں شریک تھے، محتاط اندازہ کے مطابق ان کی تعداد پندرہ سو رہی ہوگی۔

انجینئر محمد صالح بن نبی اختر (م ۳۰/ مارچ ۱۹۹۰ء) بن عبدالباری کی ولادت ووٹر شناختی کارڈ کے مطابق ۱۹۴۲ء میں حسن چک دربھنگہ میں ہوئی، ان کی نانی ہال مہدولی تھی، ان کے نانا کا نام محمد غفران (م ۱۹۳۸) بن فضل الٰہی تھا، چنانچہ جلد ہی وہ حسن چک سے اپنی نانی ہال مہدولی منتقل ہو گیے۔ وہ تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور تین بہنوں میں ایک بہن سے بڑے تھے، دو بھائی ڈاکٹر ظفیر الدین صاحب (م ۲۰۲۰ء) اور محمد سالم صاحب بال بچوں کے ساتھ امریکہ منتقل ہو گیے، وہ دربھنگہ میں تنہا رہ گیے، تنہائی کا کرب وہ پوری زندگی جھیلتے رہے۔

محمد صالح صاحب کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی، ۱۹۵۷ء میں انہون نے مسلم ہائی اسکول سے میٹرک اور سی ام او سائنس کالج دربھنگہ سے آئی ایس سی اور دربھنگہ میں واقع اسکول آف انجینئر نگ سے ٹیکنیکل میں ڈپلومہ کیا، معاش کے حصول کے لیے رانی گنج بردوان مغربی بنگال کے پیپر مل میں ملازمت کی، لیکن زمین وجائیداد کی دیکھ بھال کے لیے والد نے صرف چار سال کے بعد وطن بلا لیا، پھر پوری زندگی ملازمت نہیں کی، اپنی زمینداری اور جائیداد کے تحفظ میں وقت گذارا۔

محمد صالح صاحب کی شادی بارو بیگوسرائے میں ہوئی تھی، ان کے سسر کا نام مولانا ابوالقاسم جمیل طیب (م ۱۹۸۵) تھا، جو سید محمد طیب (م ۱۹۰۶) بن سید رحمت علی کے لڑکا تھے۔

انجینئر محمد صالح کا شمار بڑے اہل خیر میں ہوتا تھا، انہوں نے بہت سارے بچوں کو اپنے صرفہ سے عالم حافظ بنایا، عصری تعلیم حاصل کرنے والوں کی مالی مدد کی، وہ بند مٹھی سے مدد کے قائل تھے، ان کی اہلیہ بھی عموماً ان کی داد ودہش سے ناواقف رہا کرتی تھیں، وہ نام نمود سے کوسوں دور رہا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ ۱۹۹۵ء میں جب امارت مجیبیہ ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ مہدولی دربھنگہ میں قائم ہوا تو زمین کے بڑے حصے کی فراہمی کے باوجود انہوں نے ادارہ کے نام میں اپنا نام شامل کرنا گوارہ نہیں کیا، اور پوری زندگی بانی سکریٹری کی حیثیت سے ادارہ کو پروان چڑھاتے رہے، اور دامے درمے، قدمے سخنے ہر قسم کے تعاون سے کبھی گریز نہیں کیا، ان کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں امارت مجیبیہ ٹکنیکل کو وقار واعتبار حاصل ہوا، ابھی انتقال سے چند ماہ قبل انہوں نے ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ کے زمین کی فراہمی کے کاغذات درست کرائے تھے۔

انجینئر صاحب سے میری پہلی ملاقات فروری ۲۰۰۹ء میں دربھنگہ میں ہوئی تھی، موقع تھا دربھنگہ میں دار القضاء کے قیام اور قاضی کے اعلان کا، مولانا سید نظام الدین صاحبؒ امیر شریعت سادس کے ساتھ احقر بھی گرد کارواں کے طور پر شریک تھا، اس موقع سے میری کتاب نقد معتبر اور یادوں کے چراغ کا اجرا بھی عمل میں آیا تھا، اور نگر تھانہ والی مسجد کے افتادہ حصہ پر جو امارت شرعیہ کے نام وقف تھا اس پر دار القضاء کی عمارت کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد اکٹھا کیا گیا تھا، تعمیرات کے لیے دربھنگہ سے فراہمی مالیات کا کام میرے ذمہ تھا، میرے ساتھ انجینئر محمد صالح ماسٹر صفی الرحمٰن عرف ممتاز بابو جناب زبیر صاحب بھی ہوا کرتے تھے، نیچے کا حصہ تیار ہونے کے بعد وہاں کی کمیٹی والوں نے دوسرا مصرف نکال لیا اور امارت شرعیہ نے جن مقاصد کے لیے جد وجہد کی تھی اس کی تکمیل نہیں ہو سکی، لیکن محمد صالح صاحب اور دیگر رفقاء نے اس موقع سے جس قدر امارت شرعیہ سے والہانہ تعلق اور وارفتگی کا ثبوت دیا، اس کی یاد آخری دم تک باقی رہے گی۔

وہ ایک بافیض انسان تھے، فیض جس قدر عام ہوتا ہے اسی قدر ان کی جدائی سے نقصان پہونچتا ہے، یقیناً انجینئر محمد صالح صاحب کے انتقال سے ہم نے ایک بافیض شخص کو کھو دیا ہے، جو پوری صلاحیت اور صلاحیت کے ساتھ ملت کے کاموں کو آگے بڑھانے میں مشغول تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین یارب العالمین۔

کتابوں کی دنیا : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

نقوش خوش خطی

خوش خطی کا فن مردہ ہوتا جا رہا ہے، اچھے اچھے قلم کاروں کی تحریریں پڑھنے میں پسینہ آ جاتا ہے، کیوں کہ وہ صاف نہیں لکھی ہوتی ہیں اور خط شکستہ سے قریب تر ہوا کرتی ہیں، حالاں کہ خوش خطی کی وجہ سے تحریر پڑھنے کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، امتحانات میں اچھے نمبر ملتے ہیں، گویا فائدہ ہی فائدہ ہے، انہیں فوائد کے پیش نظر ہمارے بچپن میں تختی لکھوائی جاتی تھی، کانڑے کا قلم ہوتا تھا، اور چاول کی روشنائی تختی صاف کرنے کے لیے ایک خودرو پودے بھنگر یا کا استعمال ہوتا تھا، خوش خطی کے لیے مستقل محنت کرائی جاتی تھی اور یہ سلسلہ پرائمری درجات تک عموماً جاری رہتا تھا، تختی کے بعد نیب والے قلم کا استعمال ہونے لگا، نیب کی قط کاٹ دی جاتی تھی تو اس سے بھی کانڑے کے قلم کی طرح حروف خوشخط لکھے جاتے تھے، پھر لیڈ پین کا دور آیا، تو خوش خطی کی طرف توجہ کم ہو گئی، اور اب استعمال کرو اور پھینکو قبیل کے قلم اور کمپیوٹر نے اس مرحلہ کو اختتام تک پہونچا دیا، کنونٹ میں رائٹنگ پاور بڑھانے پر خوب محنت ہوتی ہے، لیکن کسی زبان کے الفاظ کے خوش خط لکھنے کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے، اس لیے ٹیڑھی میڑھی لکیروں کا پڑھنا آسان نہیں ہوتا، اور اگر وہ ڈاکٹر ہے تو اس کا نسخہ پڑھ لینا بغل والے دوا کے دکاندار کے علاوہ کسی کے لیے پڑھنا ممکن نہیں ہوتا، کیوں کہ ڈاکٹر کو دوا کا کمیشن اسی دوکاندار سے ملتا ہے۔ یہی حال ہمارے حکیموں کا رہا ہے، ایسا لکھیں گے کہ دوسرا پڑھ ہی نہ سکے، الٹا سیدھا پڑھ لیا تو گھر میں ماتم پسر جاتی ہے، ایک حکیم صاحب نے نسخہ میں دانہ الا ئچی لکھا، نسخہ پڑھنے والے نے ’’وانہ لا یحی‘‘ پڑھ دیا، یعنی وہ نہیں زندہ رہے گا، بس کیا تھا، رونا پیٹنا جو شروع ہوا۔ الامان والحفیظ

اس دور میں بھی حضرت امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ خوش خطی پر بہت توجہ دیتے تھے، میں نے بعض درخواستوں کو لوٹاتے ہوئے دیکھا کہ خوش خط لکھ کر لائیے، فرماتے اپنی تحریر اچھی بنائیے، تحریریں ہمارے چہرے کی طرح ہوتی ہیں، جس کو دیکھ کر کسی انسان کے ذہنی افتاد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، میرے استاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ تحریر کا ٹیڑھا پن مزاج کے ٹیڑھے پن کو بتاتا ہے، یہ بات سو فی صد صحیح نہیں ہو تو بھی کچھ نہ کچھ حقیقت کا ادراک ان تجربہ کار حضرات کے ملفوظات سے تو ہوتا ہی ہے، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رحمانی میں خاص طور پر اس پر نگاہ رکھتے تھے، بعض لڑکوں کو تحریر کی مشق خود بھی کرایا کرتے تھے، بعض اہم لوگوں کے خط کو درست کرانے کے لیے بعض خوش خط تحریر والے اساتذہ کو مامور کر رکھا تھا، اس محنت کے نتیجے میں جامعہ رحمانی کے طلبہ کی تحریریں آج بھی خوش خطی میں دوسرے اداروں کے بنسبت ممتاز ہوتی ہیں، خوش خطی کے لیے ایک شعبہ فن کتابت کا ہوا کرتا تھا، لیکن کمپیوٹر کے غیر معمولی استعمال کی وجہ سے یہ فن بھی دم توڑ گیا ہے، ورنہ ایک زمانہ میں خلیق ٹونکی، ابوبکر قاسمی، انیس احمد، طارق بن ثاقب وغیرہ نے اس فن کو عروج بخشا تھا، اور ابوبکر قاسمی نے تو تاشقند کے خطاطی نمائش میں ہندوستان کی نمائندگی بھی کی تھی۔

قاری شہاب الدین صاحب ناظم مدرسۃ مدینۃ العلوم مغربی محلّہ بلوارہ، نینگا، برونی، بیگوسرائے اس فن کو زندہ کرنے کے لیے کوشاں ہیں، انہوں نے نقوش خوش خطی کے نام سے دو جزء میں کتاب مرتب کی ہے، مشق کے لیے جگہ خالی چھوڑنے کے اعتبار سے یہ خوش خطی کی کاپی معلوم ہوتی ہے، یہ ایک میں تین (تھری ان ون) کے فارمولے پر مرتب کی گئی ہے، اس میں اردو خوش خطی کے ساتھ ہندی اور انگریزی کی مشق بھی کی جا سکتی ہے، پہلے جزء کے آخر میں روزمرہ استعمال کی دعائیں، اسلامی معلومات، مدرسہ مدینۃ العلوم کے دو ترانے اور علامہ اقبال کی بچوں کی دعاء ’’لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری‘‘ اور ترانہ ہندی ’’سارے جہاں سے اچھا‘‘ کو شامل کیا گیا ہے، تاکہ طلبہ وطالبات اسے آسانی سے یاد کر لیں، چونسٹھ صفحات پر مشتمل اس کاپی کی قیمت پنچانوے روپے کنوینٹ والوں کے لیے ممکن ہے مناسب ہو، لیکن مدارس کے طلبہ کے لیے انتہائی غیر مناسب ہے، پچاس فی صد کمیشن ملنے کے بعد بھی یہ گراں ہی محسوس ہوگی۔

نقوش خوش خطی حصہ دوم میں قیمت درج نہیں ہے، ہر صفحہ کے سرورق پر کوئی نہ کوئی دعا مذکور ہے، علی الترتیب دو حرفی، سہ حرفی، الفاظ کی مشق کرائی گئی ہے، دین کی بنیادی باتوں کو بھی درج کیا گیا ہے، اسلامی اور انگریزی مہینوں کے ناموں سے بھی واقفیت بہم پہونچائی گئی ہے، عمومی معلومات بھی فراہم کرانے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب ہر طرح سے مفید مطلب ہے۔ البتہ جن صفحات پر الفاظ کے معنی درج کیے گیے ہیں، ان میں سے بعضے محل نظر ہیں، جیسے سٹ کے معنی میں سازش، بل کے معنی رقم، پُن کے معنی خیرات، لت کے معنی بُری عادت، جائے کے معنی بچہ، لَے کے معنی آواز، غار کے معنی کھائی، اُجلا کے معنی روشنی، شہرت کے معنی نام، آوارہ کے معنی آزاد، آزاد کے معنی آوارہ وغیرہ، اس قسم کے اور بھی الفاظ ہیں، جن کے صحیح معنی پر غور کرنے کی ضرورت ہے، کتاب کے دونوں حصہ پر مفتی عین الحق امینی مہتمم مدرسہ عائشہ خاتو پور بیگوسرائے نے تاثرات لکھے ہیں، جس میں اس کتاب کے دونوں حصوں کو اردو سے قریب کرنے کی مثالی کوشش اور بہترین خدمت قرار دیا ہے، قاری شہاب الدین صاحب کے نام اوپر درج پتے سے کتاب طلب کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اردو کی مطبوعہ کتاب کے صفحات پر تھن پیپر رکھ کر مشق کیجیے، مسلسل اس عمل کے نتیجے میں آپ کی تحریر خوش خط ہو سکتی ہے، استاذ تلاشنے کی بھی ضرورت نہیں، اس کو کہتے ہیں، ہلدی لگے نہ پھٹکری، رنگ آئے چوکھا۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

متقی ہوتو...ایسا

متقی ہوتو ابن سیرین جیسا ہو، انہوں نے گھی کے چالیس مٹکے خریدے، ان کے غلام نے کسی ایک مٹکے سے چوہا نکالا، ابن سیرین نے پوچھا کہ کس مٹکے سے چوہا نکلا تھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، اس پر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مٹکے انڈیل دیئے۔ یا متقی ہوتو ابویزید جیسا ہو، انہوں نے ہمذان میں جب القرطم (کسنبہ کا بیج) خریدا تو اس سے کچھ بچ گیا، جب بسطام لوٹ کر آئے تو اس میں دو چیونٹیاں دیکھیں، آپ ہمذان واپس گئے اور دونوں چیونٹیوں کو چھوڑ آئے۔ حکایت کی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے مقروض کے درخت کے سایہ کے نیچے نہیں بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ قرض جس سے فائدہ ہو وہ فائدہ سود ہے۔ (کشف الخفاء)

کہتے ہیں کہ ابویزیدؒ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے، ساتھی نے کہا: اس کپڑے کو انگور کی دیوار پر لٹکا دو، فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اس طرح تو درخت کی ٹہنی ٹوٹ جائے گی، ساتھی نے پھر کہا: اچھا تو ہم اسے اذخر پر پھیلا دیتے ہیں، فرمایا: یہ بھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ جانوروں کا چارہ ہے، ہم اسے ان سے چھپا کر نہیں رکھیں گے، اس کے بعد انہوں نے اپنی قمیص پیٹھ پر ڈال کر سورج کی طرف کردی، یہاں تک کہ ایک طرف سوکھ گئی، پھر قمیص کو پلیٹ دیا، یہاں تک کہ دوسرا حصہ بھی خشک ہوگیا۔

ابویزیدؒ کا تقویٰ

ایک دن ابویزیدؒ جامع مسجد میں گئے اور اپنی لاٹھی زمین میں گاڑ دی، یہ لاٹھی ایک بوڑھے کی لاٹھی تھی جو گڑی ہوئی تھی، گر پڑی اور اس کو بھی گرا دیا، بوڑھے نے جھک کر اپنی لاٹھی اٹھالی، ابویزیدؒ نے اس بوڑھے کے گھر جاکر معافی چاہی اور کہا: آپ کے جھکنے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے اپنی لاٹھی اچھی طرح نہیں گاڑی تھی، اس لئے گر پڑی اور آپ کو جھکنا پڑا۔

ابراہیم بن ادھمؒ کا مقام ومرتبہ

ابراہیم ابن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک رات صخرہ کے نیچے گذاری، کچھ رات گذرنے کے بعد دو فرشتے اترے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم ابن ادہمؒ، پھر کہا: اس نے بصرہ میں کھجوریں خریدیں اور سبزی فروش کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اس کی کھجوروں میں جا پڑی۔ اس نے اسے مالک کو واپس نہیں کیا۔ ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ گیا اور اس شخص سے پھر کھجوریں خریدیں اور ایک کھجور اس کی کھجوروں پر گرا کر میں بیت المقدس لوٹ آیا اور صخرہ میں رات گذاری، تھوڑی رات گذارنے کے بعد دو فرشتے آسمان سے اترے، ایک نے دوسرے سے پوچھا: یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم بن ادہمؒ اور کہا: وہی جس کو اللہ نے پہلے ہی مرتبہ عطا کر دیا اور جس کا درجہ بلند کر دیا گیا۔

اقسام تقویٰ

کہا جاتا ہے کہ تقویٰ کئی طرح کا ہوتا ہے، عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ شرک سے بچیں، خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے افعال کو وسیلہ بنانے سے بچیں۔ اور انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کا تقویٰ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے (اور ہر چیز سے بچ کر) وہ اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: دنیا میں لوگوں کے سردار سخی ہوتے ہیں، آخرت میں لوگوں کے سردار متقی ہوں گے، قاسم نے ابوامامہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی شخص نظر کسی عورت کی خوبصورتی پر گئی، پھر فوراً اس نے اپنی نگاہ نیچی کرلی تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو ایسی عبادت بنا دیتا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

سبب نجات

محمد بن عبداللہ فرغانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنید، رویم، جریری اور ابن عطاء اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ جنیدؒ بولے: جس نے بھی نجات پائی، اللہ کے پاس صدق دل سے پناہ لینے سے پائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”**وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت**“ (سورہ توبہ) اور خدا نے ان تینوں کی (توبہ قبول کرلی) جو پیچھے رہ گئے تھے حتی کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان کے لئے تنگ ہوگئی۔ رویم بولے: جس کسی نے نجات پائی صدق دل سے تقویٰ کے ذریعہ پائی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”**وننجي الله الذين اتقوا بمفازتهم**“ (سورۃ زمر) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نجات دیں گے جو اپنی کامیابی میں بھی متقی ہیں۔ جریریؒ بولے: جس کسی نے نجات پائی اللہ سے اپنے عہد کو پورا کرنے سے پائی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الذين يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق**“ (سورہ رعد) جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو نہیں توڑتے۔ ابن عطاء بولے جس کسی نے نجات پائی حقیقی حیا سے پائی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”**الم يعلم بان الله يرى**“ (سورہ علق)

کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ استاد امام (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جس کسی نے نجات پائی ہے، اللہ کے حکم اور قضاء سے پائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”**ان الذين سبقت لهم منا الحسنى**“ (سورۃ الانبیاء) وہ لوگ جن کے لئے ہم پہلے سے کام لکھ چکے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس کسی نے نجات پائی اس لئے پائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے ہی منتخب کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”**واجتبيناهم وهديناهم الى صراط مستقيم**“ (سورۃ الانعام) ہم نے انہیں چن لیا اور صراط مستقیم پر چلا دیا، یہ سب نجات کے اسباب ہیں اور اللہ کو جن کی جو ادا پسند آجائے وہ عنداللہ مقبول ہے۔

انسان کی تلاش

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ چراغ لے کر کسی چیز کی تلاش میں نکلے، لوگوں نے پوچھا آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ بزرگ نے کہا کہ ”جانوروں کی دنیا میں رہتے رہتے انسان کی تلاش میں نکلا ہوں“ سوال کرنے والے نے کہا ”آپ جس چیز کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ تقریباً نایاب ہے“۔ اخبار بیں طبقہ بخوبی واقف ہے کہ فی زمانہ وطن عزیز ہی نہیں؛ بلکہ پوری دنیا اس جنس گراں مایہ کو ترس رہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ انسان نے حیوان کا روپ دھار لیا ہے تو بے جا نہ ہوگا، اخلاقی انارکی بڑھتی ہی جاتی ہے، انسانیت سر بازار رسوا ہورہی ہے، سماج پاتال میں دھنستا چلا جارہا ہے، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت وآبرو محفوظ نہیں، کمسن بچیوں اور طالبات کا اغوا، آبروریزی اور قتل کے واقعات اس قدر عام ہوگئے ہیں کہ اب ان کی طرف لوگوں کا دھیان بھی نہیں جاتا، لوگ ان سانحات کو دیکھتے ہیں، لیکن مدد کے لئے آگے نہیں آتے، بہت ہمدردی کی تو فوٹوگرافی کرلی اور آگے بڑھ گئے، جب کہ ماضی میں ایسے پاپیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاتا تھا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جاتا تھا۔

اچھے لوگ گھروں میں بیٹھ کر سماج دشمن عناصر کی مذمت کرلیں تو اس سے نہ تو معاشرے کی اصلاح ہوگی، نہ ظلم وزیادتی میں کمی آئے گی، نہ مظلوموں کی اشک شوئی ہوگی، موجودہ دور کا المیہ یہ بھی ہے کہ سیاسی بازی گر خوشنما نعرے دے کر سادہ لوح نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے آلہ کار بنالیتے ہیں، امن پسند شہریوں کو نشانہ ستم بناتے ہیں، بستیوں کو اجاڑتے ہیں، آتش زنی اور لوٹ مار کرتے ہیں، معصوموں، بے گناہوں کو ہلاک کرتے ہیں، کھیتوں کھلیانوں اور دیگر معاشی ذرائع اور وسائل کو تباہ کرکے مخلوق کو نقصان پہنچاتے ہیں، حالیہ عالمی وبا کووڈ ۱۹ میں انسانیت جاگی تھی اور نوجوان جذبہ خدمت سے سرشار ہوکر میدان میں نکل پڑے تھے، لیکن افسوس کہ دشمن طاقتیں پھر سرگرم ہوگئیں اور ظلم وجور، تشدد، بے انصافی اور حق تلفی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، اب اس کو واپس پٹری پر لانے کے لئے نئے سرے سے کوشش کرنی ہوگی۔

شرم وحیاء کی پیکر کی برکت سے قحط ہوا رخصت...

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ جس انسان کی زندگی پاکدامنی کی زندگی ہوگی اللہ رب العزت اس انسان کی دعاؤں کو کبھی ردّ نہیں فرمایا کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا۔ فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ لوگ پریشان، جانور پریشان، چرند وپرند پریشان۔ نہ سبزہ ہے نہ پانی تھا۔ ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں لوگ علماء کی خدمت میں آئے کہ آپ ہمارے لئے کوئی دعا کیجئے۔ انہوں نے نماز استسقاء کے لئے سب لوگوں کو بلایا۔ چھوٹے بڑے، مرد وعورت سب اکٹھے ہوگئے۔ انہوں نے نماز ادا کی اور اللہ تعالی سے رو رو کر دعائیں مانگتے، دن گذر گیا۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہورہے تھے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو دیکھا کہ ایک سواری پر کوئی سوار ہے اور ایک نوجوان آدمی اس سواری کی نکیل پکڑ کر جارہا ہے۔ وہ قریب سے گذرا تو رکا۔ اس نے آکر پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالی سے اس کی رحمت کی دعا مانگ رہے ہیں۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہورہے۔ وہ کہنے لگا، اچھا میں دعا مانگتا ہوں۔ وہ آدمی سواری کی طرف گیا اور وہاں جاکر پتہ نہیں اس نے کیا بات کہی کہ تھوڑی دیر میں آسمان پر بادل آگئے اور سب نے دیکھا کہ چھم چھم بارش برسنے لگی۔ سب حیران تھے۔ چنانچہ جن علماء کو اس لڑکے کی بات کا پتہ تھا وہ اس کے پیچھے گئے کہ ہم پوچھیں کہ اس کی بات میں کیا راز تھا؟ جب اس سے جاکر پوچھا کہ اللہ کی یہ رحمت کیسے آئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس سواری پر میری والدہ سوار ہیں۔ انہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری۔ پاکدامنی والی زندگی گزاری۔ یہ عفیفہ زندگی گزارنے والی عورت ہے۔ جب مجھے پتہ چلا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہورہی ہے تو میں ان کے پاس آیا اور ان کی چادر کا کونہ پکڑ کا دعا مانگی کہ اے اللہ، میں اس ماں کا بیٹا ہوں جس نے پاکدامنی کی زندگی گزاری۔ اللہ! اگر آپ کو یہ عمل قبول ہے تو آپ رحمت کی بارش عطا فرما دیجئے، ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ پروردگار نے رحمت کی بارش عطا فرما دی، سبحان اللہ!

دولت کے نشہ میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیئے

سلطان محمود غزنویؒ ایک بڑا نیک دل مسلمان بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا۔ وہ ایک دیہاتی آدمی تھا، لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آگئی اس لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرمالیا۔ اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دور ہوجائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں، مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں۔ پڑھے لکھیں ہیں۔ خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں، لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کو بھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا۔ اس نے اس کی قاشین بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔ لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا۔ مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کروں؟ لہذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہوجائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گذاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالی کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں۔ اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

ہماری بے وزنی کے اسباب

مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی

اس وقت اسلام کے قلب وجگر پر جس تیزی اور منصوبہ بندی سے حملے ہورہے ہیں اور مسلمانوں کے مستقبل پر جو کاری ضربیں لگائی جارہی ہیں، اس کی مثال تاریخ شاید پیش کرنے سے قاصر ہو۔ وطن عزیز کی تازہ ترین صورت حال بہ طور خاص برسر اقتدار جماعت کے ظلم وجور مسلمانوں کے تئیں اس کی طوطا چشمی و بے مروتی اور احتجاج کے ذریعہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف منصوبہ بند سازشیں ہورہی ہیں جن سے ہر صاحب ادراک نہ صرف واقف ہے؛ بل کہ آزردہ اورکبیدہ خاطر بھی ہے۔

قوموں کا عروج وزوال اگر چہ قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے، تاہم ایسانہیں ہوتا کہ اس میں اسباب وعوامل کو مطلق دخل نہ ہو؛ بل کہ کسی بھی قوم کی ترقی وتنزلی میں مختلف اسباب وعلل فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، حالات کے مدوجزر کودیکھتے ہوئے انہیں معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بالخصوص ایک مسلمان کے لیے تو بالکل دشوارنہیں کہ وہ فراست ایمانی رکھتا ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مزید برآں اس کے سامنے کتاب وسنت کے کھلے اوراق میں جو ہر موقع پر کامل رہبری اور بھر پور رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اس بات سے کسی بھی ہوش مند کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ حالات کا رخ موڑنے اور تازہ انقلاب برپا کرنے کے لیے ان پر صرف سیاسی نقطہ سے غور کرلینا اور ممکنہ اسباب اختیار کرلینا کافی نہیں ہے؛ بل کہ اہل ایمان ہونے کی حیثیت سے انفرادی واجتماعی سطح پر دینی صورت حال کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے اعمال کیسے ہیں؟ ہم میں دین داری کتنی ہے اور شریعت بیزاری کتنی؟ طاعت و معصیت کے جذبات میں کون غالب ہیں؟ وغیرہ۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فتنوں سے خبردار وآگاہ کرنے کے لیے بہت ہی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں، جن میں امت کے زوال وانحطاط کے اسباب کا ذکر بھی موجود ہے اور اسکا یقینی حل بھی۔

شامت اعمال ما

ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کا چودھواں بادشاہ، اورنگ زیب عالم گیر کا پرپوتا، روشن اختر المعروف محمد شاہ رنگیلے مزاج کا تھا، جس نے اپنی مدت حکومت کا زیادہ تر وقت نفس پرستی میں گزارا۔ رقص وسرود کی مجلسیں جماتا اور فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے فن کاروں کی صحبت میں دن ورات کا اکثر حصہ بسر کرتا۔ قانون بنانے اور توڑنے کے حوالے سے بھی عجیب وغریب خبط میں مبتلا تھا، اچانک کسی بھی شخص کو ہندوستان کا اعلی ترین عہدہ سونپ دیتا اور جب چاہتا وزیر اعظم کو کھڑے کھڑے جیل بھجوادیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے حکم دیتا کہ کل تمام درباری زنانہ کپڑے پہن کرآئیں اور فلاں فلاں وزیر پاؤں میں گھنگرو باندھیں! اس جابرانہ حکم کے بعد وزراء اور درباریوں کے پاس انکار کی گنجائش نہ ہوتی، وہ دربار میں آتا اور اعلان کردیتا کہ جیل میں بند تمام مجرموں کو آزاد کردیا جائے اور اتنی ہی تعداد کے برابر بے قصور لوگ جیل میں ڈال دیے جائیں، بادشاہ کے حکم پر سپاہی شہروں میں نکلتے اور انہیں راستے میں جو بھی شخص ملتا ہے پکڑ کر جیل میں پھینک دیتے۔ وہ وزارتیں تقسیم کرنے اور خلعتیں پیش کرنے کا بھی شوقین تھا، ہر روز پانچ نئے لوگوں کو وزیر بناتا اور سو پچاس لوگوں کو شاہی خلعت پیش کرتا مگر اگلے ہی دن یہ وزارتیں اور خلعتیں واپس لے لی جاتیں۔ وہ ایسے متلون مزاج حکمراں کے عہد میں ایران کے ایک سخت گیر فرماں روا نادرشاہ نے ہندوستان کے دارالحکومت دہلی پر زبردست حملہ کیا اور وہ اتنا لوٹ مار کی کہ گلیاں خون سے بھرگئیں، ہر کوچے میں انسانی لاشیں بکھر گئیں کسی کے لیے کوئی امان نہ تھی، ہر گردن پر خونخوار تلوار کھنچی ہوئی تھی، سب حیران وشش در تھے کہ یہ کیا ہوا؟ جب نادرشاہ نے قتل عام بند کیا، اور رہے سہے لوگوں کے حواس درست ہونے شروع ہوئے، تو کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ سب کیا ہوا؟ انھوں نے ایک جملے میں جواب دیا، وہ جملہ صفحات تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا، انھوں نے کہا: ''شامت اعمال ما صورت نادر گرفت''یعنی ہماری بدعملی نے پروردگار عالم کو ناراض کیا، اور وہی بداعمالیاں نادرشاہ کی صورت میں ہم پر قہر وعذاب کا کوڑا بن کر برس گئیں۔ موجودہ حالات میں کیا بعید ہے کہ حکومت کے ناروا جبر وتشدد کا ایک بنیادی سبب ہمارے ہی اپنے اعمال ہوں، حقوق وفرائض میں ہماری کوتاہی ہو، منہیات ومحرمات کا بے جھجک ارتکاب ہو۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں، تو ان کے بادشاہوں کے قلوب کو رحمت ومہربانی کے جذبے کے ساتھ ان پر متوجہ کرتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو غصہ اور انتقام کے جذبے کے ساتھ ان کے اوپر بدل دیتا ہوں تو وہ انھیں سخت عذاب کا مزا چکھاتے ہیں، تو اے لوگو! اپنے آپ کو بادشاہوں کے برا بھلا کہنے اور ان پر بدعا کرنے میں مشغول مت کرو، بلکہ ذکر اور دعا کے اندر اور گریہ وزاری میں خود کو مشغول کرو، تاکہ تمہارے بادشاہوں کے مقابلے میں میں تمہاری حمایت وکفایت کروں۔(مشکوۃ شریف) حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ ارقام فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ظلم و جبر کے مقابلے میں ظاہری تدابیر سے جو حد جواز میں ہوں منع نہیں کرتا۔ دنیا میں اسباب کا سلسلہ مقاصد ونتائج کے ساتھ جڑا ہوا ہے، لیکن یہ اسباب دوہرے ہیں، انسان کو خارجی اسباب کے مقابلے میں داخلی اسباب پر توجہ زیادہ کرنی چاہئے، ہم حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف دم خم دکھائیں، مظاہرہ کریں تجویزیں پاس کریں، اپنی یکجہتی اور اتحاد کا منظر پیش کریں، سب بجا؛ لیکن اس سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ زیادہ اہتمام اس بات کا کریں کہ جس کمزوری کو پاکر حکومت ہمارے دین وملت پر حملہ آور ہے، اس کمزوری کو ہم دفع کریں، شریعت کو اور احکام اسلام کو پہلے ہم اپنی ذات پر، اپنے خاندان پر، اپنے معاشرہ پر نافذ کریں، چاہے وہ ہمارے نفس، ہمارے اغراض اور ہمارے ظاہری مفاد کے کتنا ہی خلاف ہو۔ (حدیث درددل)

حقیقی مرض کی تشخیص

امام ابوداؤد سجستانی نے اپنی سنن میں حضرت ثوبان کی ایک حدیث نقل کی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی، جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں'' تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں؛ بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالی تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا'' تو ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے''۔

غور کیجیے! آج اسی دنیا کی محبت اور موت سے نفرت نے امت کو کہیں کا نہ چھوڑا، کیا فقیر، کیا امیر، کیا مرد، کیا عورت، کیا عالم کیا جاہل، کیا خواص اور کیا عوام! ہر ایک فانی دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے، مال ومنال، اسباب و جائیداد اور عزت وبرتری ہی مقصود زندگانی بن چکا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان پر حیات دنیوی کی درستی وآرائش کا شوق سوار ہوتا ہے تو صنعت وحرفت اور زراعت وتجارت کے ناپائیدار مشغلوں میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ مبداء ومعاد کی اس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور ظاہر و باطن دونوں دنیا ہی کے ہو رہتے ہیں، قلب محبت دنیا میں مشغول ہوجاتا ہے اور بدن اس کی اصلاح وتدبیر میں مصروف۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیشن گوئی صرف پیشن گوئی نہیں ہے؛ بلکہ مسلمانوں کے لیے پیغام عبرت ہے، درس نصیحت ہے، راہ نجات وہدایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ سبب جس سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور ہر وہ بات جس کے نتیجے میں موت ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے، اسے اپنی زندگی سے خارج کریں، اگر ایسا کرلیا گیا، تو دشمنوں کو حوصلہ نہ ہوگا کہ وہ آپس میں مسلمانوں کے خلاف اس طرح دعوت دیں، جیسے وہ کوئی تر نوالہ ہوں؛ بلکہ ان کی ہیبت دلوں میں اس طرح بیٹھ جائے گی، کہ انھیں اٹھنے کا حوصلہ نہ ہوگا۔

دنیا کی محبت میں گرفتار شخص پر ناگواری اظہار کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہلاک ہو دینار و درہم اور چادر کا بندہ، اگراس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کانٹا چبھے نہ نکالا جاوے۔ مبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور قدم غبار آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے، اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، یعنی گم نام، بے نام ونشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔(مشکوۃ)

اسی حب دنیا کا اندیشہ کرتے ہوئے ایک اور مقام پر قسم کھا کر فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دنیا کی محبت ورغبت میں گرفتار ہوجاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوئے تھے اور یہ دنیا پھر تم کو ہلاک کردے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔(مشکوۃ)

حب دنیا میں حب جاہ بھی داخل ہے؛ بلکہ ہوس زر کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ومضر ہے اور اس سے دامن کا بچانا ذرا مشکل ہے۔ حب جاہ کے معنی ہے کہ انسان لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرنا چاہے اور اس کی خواہش کرے کہ ان کے دل میرے مطیع بن جائیں، میری تعریف کیا کریں۔ میری حاجت کے پورا کرنے میں لپکیں اور جان تک دینے سے دریغ نہ کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی دیتے ہوئے ارشادفرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قرآن کا علم حاصل کریں گے، اور دین میں گہرائی تک پہونچیں گے ان کے پاس شیطان آئے گا اور کہے گا کہ تم اگر حکام کے پاس جا کر ان کی دنیا میں سے کچھ حصہ حاصل کرلو، اور اپنے دین کو بچالو، تو کیا حرج ہے؟ آپ فرماتے ہیں سن لو! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، جیسے ناگ پھنی سے بجز کانٹے کے اور کچھ نہیں مل سکتا، ایسے ہی حکام کے قرب سے بجز گناہ کے اور کچھ نہیں پاسکتے۔(طبرانی)

الغرض دنیا وآخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہذا آخرت کا تذکرہ اور موت کی یاد انسان کے لئے نہایت لازم وضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا تفصیل کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا، تاکہ آخرت سے کوئی آدمی غافل نہ ہو، اور دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہوجائے۔ حق تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ملک کے موجودہ حالات میں زوال کے اسباب سمجھنے، اجتماعی وانفرادی طور پر مستقل لائحہ عمل بنا کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص اپنی زندگی، اپنے گھر اور اپنے خاندان سے انقلاب کا آغاز کرنے کی فکر نصیب فرمائے۔ آمین

ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی ادارے-ماضی اور حال کے آئینہ میں

مولانا اعجاز ارشد قاسمی

یوں تو اسلامی مدارس کا آغاز دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوگیا تھا،مسجد نبویؐ سے ملحق وہ مشہور چبوترہ جوتاریخ اسلامی میں ''صفہ'' کے نام سے موسوم ہے، سب سے پہلا اسلامی مدرسہ تھا،تقریباً چوتھی صدی ہجری تک تعلیم وتدریس کا کام اسی طرح مساجد سے ہی لیا جاتا رہا، مدارس ومکاتب کے قیام کا ذوق اور رواج مساجد کے پہلو میں اتنا عام ہوگیا تھا کہ آج تقریباً بیشتر اسلامک ممالک کی مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے،موجودہ شکل میں باضابطہ مدارس کا آغاز اسلام کی تاریخ میں پانچویں صدی ہجری سے ہوتا ہے،بعض روایات کے مطابق بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو دنیائے اسلام کا پہلا مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہے جسے نظام الملک طوسی (متوفی ۴۸۵ھ) نے قائم کیا تھا،لیکن یہ صحیح نہیں ہے، جمہور مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ اس اولیت کا شرف افغانستان کے نامور حکمراں سلطان محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) کے لئے مقدر تھا،ابن کثیرؒ کی روایت کے مطابق مصر کے حاکم الحاکم بامراللہ کے عہد حکومت میں اگرچہ اس قسم کے مدرسہ کا سراغ ملتا ہے جس میں حکومت کی جانب سے محدثین اور فقہائے کرام تدریسی خدمات کے لئے مقرر کئے گئے تھے مگر دوتین سال بعد خود اس نے اس مدرسہ کو منہدم کرادیا تھا۔ (البدایۃ:۱۱/۳۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے قیام میں اولت کا سہرا سلطان محمود غزنوی ہی کے سر جاتا ہے،انہوں نے اپنے پایۂ تخت غزنی میں ایک مسجد کی تعمیر کی جو اپنی نفاست اور خوبصورتی کے لحاظ سے ''عروس فلک'' کے نام سے مشہور تھی،تاریخ فرشتہ کے مصنف کے مطابق سلطان نے مسجد کے ساتھ مدرسہ کی عمارت بھی تعمیر کرائی تھی اور اسی کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تعمیر ہوا تھا جو نادرالوجود کتابوں سے معمور تھا، مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے سلطان نے بہت سے امرا اور ارکان دولت میں بھی مدارس قائم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں غزنی کے اطراف وجوانب میں بے شمار مدارس قائم ہوگئے۔(تاریخ فرشتہ:۱/۳۰)

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام کی شعاعیں پھوٹ پڑی تھیں اور اسلام کے سحاب کرم کے چھینٹے یہاں کے ساحلی علاقوں میں پڑنے شروع ہوگئے تھے،شمال مغرب میں واقع سندھ اور پنجاب تک مسلمان فاتحانہ انداز سے داخل ہوچکے تھے، جنوبی علاقے مالابار وغیرہ کے بازاروں میں مسلم تاجر پوری طرح چھاگئے تھے اور اپنی الگ آبادیاں بھی قائم کرلی تھیں، ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کے فروغ کی جدوجہد بھی شروع ہوگئی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلم کشور کشاؤں کے فاتحانہ داخلے سے بہت پہلے ہی اسلام کا پیغام اور اس کی فتوحات کا دور شروع ہوگیا تھا، یہ عرب تاجر اکثر اہل علم وتصوف ہوتے، بازاروں میں کاروبار کرتے،عوام سے ملتے اور اپنی نیک اور سادہ زندگی کا عملی نمونہ پیش کرکے لوگوں کی زندگی اور ان کے ذہن ودماغ کا رخ بدل دیتے تھے،مشہور انگریز مصنف پروفیسر ڈبلیو آرنلڈ کے مطابق:''ہندوستان کے مسلمانوں میں نومسلموں اوران کی اولاد کی تعداد زیادہ ہے جن کے تبدیل مذہب میں جبر وتشدد کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہے، اس تبلیغ میں صوفیا کی ترغیب وتعلیم کا اثر ہی کارفرما رہا ہے۔ (پریچنگ آف اسلام،ص:۲۵۴)

قطب الدین ایبک کے عہد (۶۰۲ھ-۶۰۶ھ) سے وسط ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت کا آغاز ہوتا ہے، ملتان میں ناصرالدین قباچہ نے جو وہاں کا حکمراں تھا، ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور اس مدرسہ کا انصرام وانتظام مشہور عالم ومصنف قاضی منہاج سراج (متوفی ۶۵۸ھ) کے سپرد کردیا۔ قباچہ نے مولانا قطب الدین کاشانی کے ماوراء النہر سے ملتان آنے کے موقع پر ایک اور مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں مولانا کاشانی مدتوں تعلیم وتدریس میں مصروف رہے۔اسی زمانے میں فاتح بنگال محمد بختیار خلجی نے بھی بنگال میں ندیا کے بجائے ایک شہر رنگ پور کے نام سے آباد کیا اور اس کو دارالحکومت قرار دیا اور وہاں مسجدیں تعمیر کیں اور سب اسلامی تعلیمات سے پر رونق ہوگئے۔اس طرح سے آٹھویں صدی ہجری تک ہندوستان میں اسلامی مدارس کے قیام کا رواج بالکل عام ہوگیا، چناں چہ علامہ مقریزی کی روایت کے مطابق سلطان محمد تغلق (۷۲۵ھ ۷۹۰ھ) نے بے شمار عالیشان مدارس تعمیر کرائے، پرانے مدرسوں کی تجدید کی، علماء وطلباء کے لئے خزانہ شاہی سے وظائف جاری کئے اور بڑی بڑی جائدادیں مدارس کے لئے وقف کیں۔انہوں نے غلاموں اور ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھی خصوصی توجہ دی اور ایک روایت کے مطابق ان کے دور حکومت میں تقریبا ایک لاکھ اسی ہزار غلاموں نے علوم وفنون اور صنائع کی تعلیم حاصل کی۔ جون پور کے حکمراں سلاطین شرقیہ نے صد ہا مدرسے تعمیر کرائے اور علماء وفضلاء کو دور دراز ملکوں سے بلا کر ان کو گرانقدر جاگیریں دیں، جونپور کی علمی، تعلیمی برتری لودی سلاطین کے آخری دور تک قائم رہی، جونپور میں اٹالہ مسجد کے ساتھ جو مدرسہ قائم تھا اس کی عمارت اب تک موجود ہے، مسجد کے اطراف میں کمروں کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے، ہندوستان کے مشہور اور بیدار مغز بادشاہ شیر شاہ سوری (۸۷۷ھ-۹۵۲ھ) نے اس مسجد کے دارالعلوم میں زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔

سلطان سکندر لودھی (۸۹۴ھ-۹۲۳ھ) نے اپنے عہد حکومت میں بے شمار سرائیں، مدرسے اور مسجدیں بنوائیں؟ انہوں نے فارسی کی تعلیم اپنے اسی عہد حکومت میں شروع کی۔ ہمایوں اور ان کے بعد اکبر (۹۶۳ھ-۱۰۱۴ھ) کے عہد میں بھی مدارس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا، دہلی میں اکبر کی رضاعی ماں ماہم بیگم نے ۹۲۹ھ میں ایک مدرسہ بنایا جس کا تاریخی نام خیر المنازل تھا،اس مدرسہ کی شکستہ عمارت کے کھنڈرات اب تک نئی دہلی میں پرانے قلعہ کے نزد یک مغربی دروازے کے بالمقابل موجود ہیں۔شاہجہاں کے عہد میں دہلی، لاہور، سیالکوٹ، احمد آباد اور جونپور علم وفن کے لحاظ سے ایسے مقامات تھے جہاں ہندوستان کے علاوہ ہرات اور بدخشاں تک سے طالبان علم کھینچ کھینچ کر چلے آتے تھے۔سیال کوٹ میں ملا کمال کشمیری نے مسند درس آراستہ کررکھا تھا۔مشہور معقولات کے فاضل ملا عبدالحکیم سیالکوٹی یہیں کے فیض یافتہ تھے۔مسجد فتح پوری کا موجودہ مدرسہ شاہجہاں کے عہد کی یادگار ہے۔شاہجہاں نے جامع مسجد کے قریب جنوبی سمت میں ایک عظیم الشان مدرسہ دارالبقا کے نام سے تعمیر کرایا تھا جو ۱۸۷۵ء کی ہنگامہ خیزی میں ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔

مغلوں کے عہد میں اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۲۸ھ-۱۱۱۸ھ) کے عہد حکومت کی تعلیمی ترقیاں تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہیں اورنگ زیب نے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ قصبات ودیہات میں بھی مدارس قائم کئے، علماء، مدرسین کو جاگیریں دیں۔طلباء کے لئے وظائف مقرر کئے، سلطان کی ان کوششوں کے نتیجے میں ہر صوبہ اور ہر شہر یہاں تک کہ قصبات ودیہات تک میں علم کی شمعیں روشن ہو گئیں۔لکھنو میں فرنگی محل کا دارالعلوم مدرسہ نظامیہ اسی عہد کی یاد دلاتا ہے۔اورنگ زیب نے ملا نظام الدین (متوفی ۱۱۶۱ھ) کو ایک عظیم الشان مکان عنایت کیا جو فرنگی محل کے نام سے مشہور تھا، یہی وہ مدرسہ ہے، جہاں کا ترتیب دیا ہوا نصاب تعلیم تقریباً تین صدیوں سے ہندوستان کے مدارس میں جاری ہے،اگرچہ اس نصاب میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوچکی ہیں مگر اب بھی یہ نصاب درس نظامی ہی کے نام سے موسوم ہے۔فرنگی محلی کے اس دارالعلوم سے بڑے بڑے نامور علماء نکلے جنہوں نے ہندوستان میں علوم وفنون کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ملا نظام الدین کے بعد مولانا عبد العلی، مولانا عبد الحلیم، ملاحسن اور مولانا عبدالحی وغیرہ نے اپنی تصانیف اور خصوصاً درسی کتابوں کی شروح وحواشی کے ذریعہ بیش بہا علمی خدمات انجام دی ہیں۔

دہلی میں اجمیری گیٹ کے قریب غازی الدین خاں فیروز جنگ اول (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو دہلی یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہوگیا جہاں سے بے شمار مجاہدین آزادی اور محبین وطن تیار ہوئے۔تحریک دیوبند کے بانیان حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا محمد ذوالفقار علی دیوبندی اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی اسی مدرسہ کے دامن فیض سے وابستہ رہے ہیں۔ آج بھی اس مدرسہ کی عالیشان عمارت مسلم امراء کے علمی ذوق اور بلند ہمتی کی طرف اشارہ کر رہی ہے،مغلیہ حکمرانوں میں سے بعض کے اندر عیش پسندی ضرور آگئی تھی لیکن علمی مذاق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ تعیش اور مے نوشی کی فطرت بن جانے کے باوجود علوم وفنون کی بیش بہا خدمتیں انجام دی ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں بارہویں صدی ہجری کا دور نہایت پرآشوب کہلاتا ہے جس میں مسلم حکمرانوں کی عظمت کے ساتھ مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں بھی سرد پڑنے لگی تھیں اس زمانے میں دہلی کے تخت پر بادشاہ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ-۱۱۶۱ھ) متمکن تھا،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مدرسہ جس کے علمی فیضان سے آج برصغیر کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے اسی بادشاہ کی علمی فیاضی کا مرہون احساس ہے یہ مدرسہ پہلے مہدیان میں واقع تھا بعد میں محمد شاہ نے جگہ کم پڑنے کی وجہ سے کوچہ چیلان میں منتقل کردیا تھا جو غدر کے ہنگامہ میں برباد ہوگیا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں ناکامی اور مسلم عہد حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے علمی وتہذیبی تشخص کا تحفظ مشکل ہوگیا اور دہریت ونیچریت کے ٹھاٹھیں مارتے طوفانوں کی زد میں مسلمان پوری طرح آگئے، ایسی صورت میں مسلمانوں کے ایمان ویقین کی حفاظت اور ان کی مرکزیت کو بحال کرنے کی ضرورت پیش آئی جو کسی مستحکم تحریک کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ہی استاذ مولانا مملوک علی کے دو شاگردوں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور جناب سرسید احمد خاں کے ذریعہ دو تعلیمی نظریہ وجود میں آیا۔مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تحریک دیوبند کی بنیا ڈالی جو اپنے یوم تاسیس ہی سے آج تک مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب وتمدن اور کلچر و ثقافت کو بحال کرنے اور علوم شرعیہ سے آگاہ کرکے جوہر اسلام کو اجاگر کرنے میں انقلابی رول ادا کررہی ہے اور بین الاقوامی شہرت حاصل کرچکی ہے۔سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کے اندر سے معاشی بحران کے خاتمہ اور باطل قوتوں کو اس کی زبان میں دندان شکن جواب دینے کے لئے ایک عصری ادارہ کی داغ بیل ڈالی جو بعد میں چل کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا اور آج بھی وہاں مسلم فرزندان پچیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں عصری علوم حاصل کررہے ہیں۔

درحقیقت مسلمانوں میں تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کا شغل مذہبی مذاق کی بناء پر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں مسلمانوں کے علمی اور ثقافتی کارناموں کو نمایاں مقام حاصل ہے،مگر افسوس کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخیں تو بہت لکھی گئی ہیں،لیکن علمی تاریخ برائے نام ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی کارناموں کا بہت کم پتہ چلتا ہے، دارالمصنفین نے اس پہلو پر کچھ کام کیا ہے،مگر اس کو وسیع تر انداز میں کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اب بھی اس سلسلے میں گراں قدر معلومات کا سرمایہ فرماں رواؤں کے خاندانوں میں موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی صاحب قلم اٹھے اور پوری محنت وجانفشانی کے ساتھ ہندوستان کے عہد وسطی کی قابل قدر علمی سرگرمیوں کی تاریخ ازسرنو مرتب کرے اور عظیم کام حکومت کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے اس لئے حکومت پر یہ فریضہ عائد ہے کہ وہ مسلم عہد حکومت کی گراں قدر علمی سرگرمیوں کی تاریخ کو ازسرنو مرتب کرنے کے لئے کوئی ٹھوس اقدام کرے۔

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

عراق میں ایک سال کے تعطل کے بعد نئی حکومت تشکیل

عراقی پارلیمنٹ نے جمعرات کو وزیراعظم محمد شیعہ السودانی کی سربراہی میں 21 رکنی نئی کابینہ کو منظوری دے دی ہے۔ گزشتہ سال کسی نتیجے کے بغیر ووٹنگ کے بعد مختلف شیعہ گروپوں کے درمیان شدید اختلافات کی وجہ سے پارلیمان سیاسی تعطل کا شکار ہوگئی تھی۔ نئے وزیراعظم نے جمعرات کے روز ووٹنگ کے بعد کہا کہ ہماری وزارتی ٹیم ایک ایسے نازک دور میں ذمہ داری نبھائے گی، جس میں دنیا زبردست سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں اور تنازعات کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ نئے وزیراعظم 52 سالہ السودانی کا تعلق ایران نواز کوارڈینیشن فریم ورک پارلیمانی گروپ سے ہے جو مقبول عالم دین مقتدیٰ الصدر کی ہدایت پر الگ ہوجانے والے قانون سازوں پر مشتمل مخالف شیعہ بلاک کے بعد اس وقت پارلیمان میں سب سے بڑا گروپ ہے۔(ڈوئچے ویلے جرمنی)

امریکہ بھارت کے ساتھ دفاعی تعلقات میں اضافے کا خواہش مند

امریکہ نے اپنی قومی دفاعی حکمت عملی 2022 سے متعلق جو نئی پالیسی جاری کی ہے اس کے مطابق، بائیڈن انتظامیہ چینی جارحیت کو روکنے اور متنازعہ زمینی سرحدوں جیسے علاقوں میں ''گرے زون'' سے نمٹنے کی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے، بھارت کے ساتھ اپنے دفاعی تعلقات کو تیزی سے آگے بڑھانے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ یہ نئی دستاویز امریکی محکمہ دفاع کی طرف سے جاری کی گئی ہے، جس میں دفاعی حکمت عملی کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ صدر جو بائیڈن کی قومی سلامتی کی حکمت عملی کا حصہ ہے، جس کا اعلان رواں ماہ کے اوائل میں کیا گیا تھا۔ اس حکمت عملی کو امریکی کانگریس کی بھی حمایت حاصل ہے، جو وقتاً فوقتاً امریکی قومی سلامتی کی ترجیحات کا نہ صرف جائزہ لیتی رہتی ہے بلکہ حکمت عملی کی سمت بھی متعین کرتی ہے۔ اس دستاویز میں لکھا ہے کہ امریکی محکمہ دفاع چین کی جارحیت کو روکنے اور بحر ہند کے علاقوں تک آزاد اور کھلی رسائی کو یقینی بنانے کے لیے بھارت کے ساتھ اپنی بڑی دفاعی شراکت داری کو تیزی سے آگے بڑھائے گا۔ دنیا میں چین امریکہ کے لیے سب سے زیادہ چیلنج پیش کرتا ہے، جب کہ روس امریکہ کے قومی مفادات کے ساتھ ہی اس کے بیرون ملک اہم مفادات کے لیے شدید خطرہ ہے۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ آبنائے تائیوان، جنوبی بحیرہ چین، اور بھارت سمیت دیگر متنازعہ زمینی سرحدیوں سے متعلق چین کا رویہ جارحانہ رہا ہے، جس سے نمٹنے کے لیے یہ اقدام کیے جا رہے ہیں۔ حالیہ مہینوں میں امریکہ نے کئی بار بھارت سے دفاعی اور سفارتی سطح پر قربت کی بات کہی ہے۔ کچھ دن پہلے ہی کی بات ہے جب اس نئی پالیسی کی دستاویز پر بات ہو رہی تھی تو امریکہ نے کھل کر چین کو اپنا سب سے بڑا چیلنجر اور بھارت کو اپنا اتحادی بتایا تھا۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

ایلون مسک بنے ٹوئٹر کے مالک، چیف ایگزیکٹو پراگ اگروال برطرف

معروف بزنس مین ایلون مسک نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ٹوئٹر کو خرید لیا ہے۔ ٹوئٹر کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد ایلون مسک نے چیف ایگزیکٹو آفیسر پراگ اگروال، چیف فائنانشل آفیسر اور لیگل پالیسی کے ہیڈ کو برطرف کردیا۔ واضح رہے کہ ٹوئٹر کی فروخت کے معاہدے سے پیچھے ہٹنے پر پراگ اگروال نے ٹیسلا کے مالک ایلون مسک کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا۔ ایلون مسک نے رواں سال اپریل میں ٹوئٹر کو 44 ارب ڈالرز میں خریدنے کا معاہدہ کیا تھا تاہم دو ماہ بعد انہوں نے ٹوئٹر کو خریدنے سے انکار کردیا تھا۔ امریکی ریاست ڈیلاویئر کی عدالت نے معاہدے پر باضابطہ عمل کرنے کے لیے ایلون مسک کو 28 اکتوبر تک کی مہلت دی تھی۔ ایلون مسک نے ٹوئٹ میں ٹوئٹر خریدنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ یہ انسانی تہذیب کے مستقبل کے لیے انتہائی اہم ہے کہ ایک مشترکہ ڈیجیٹل پلیٹ فارم ہو جہاں صحت مندانہ انداز میں مختلف عقائد پر بات چیت کرسکیں۔(نیوز ایکسپریس)

مسجد نبوی میں نعرے بازی کے جرم میں سزا پانے والے پاکستانی رہا

سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے پاکستانی وزیراعظم شہباز شریف کی درخواست پر رواں برس اپریل میں مسجدِ نبوی میں نعرے بازی کر کے مقاماتِ مقدسہ کی حرمت پامال کرنے والے پاکستانیوں کی سزا معاف کر کے انھیں رہا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ واقعہ وزیراعظم شہباز شریف کے گذشتہ دورۂ سعودی عرب کے دوران پیش آیا تھا جب ان کے وفد کے دو ارکان وزیر اطلاعات مریم اورنگزیب اور وزیر برائے نارکوٹکس شاہ زین بگٹی کی مسجد نبوی میں حاضری کے دوران مبینہ طور پر تحریک انصاف کے حامیوں نے نعرے بازی کی تھی جس کی ویڈیو وائرل ہوئی تھی۔ اس واقعے کی ملکی و غیر ملکی سطح پر مذمت کی گئی تھی اور تحریک انصاف کے کئی رہنماؤں نے اس احتجاج سے لاتعلقی ظاہر کی تھی۔ اس نعرے بازی کے بعد سعودی حکام نے سات پاکستانیوں کو گرفتار کیا تھا اور مدینہ منورہ کی عدالت نے ان میں سے تین کو آٹھ سال، تین کو چھ سال جبکہ ایک شخص کو تین سال قید اور دس ہزار ریال جرمانے کی سزا سنائی تھی۔ سزا پانے والوں میں خواجہ لقمان، محمد افضل، غلام محمد، انس، ارشد، محمد سلیم اور طاہر ملک شامل تھے۔ وزیراعظم پاکستان نے اس اعلان پر سعودی ولی عہد کا شکریہ ادا کیا۔(بی بی سی لندن)

انڈونیشا میں اژدھے کے پیٹ سے انسانی لاش برآمد

انڈونیشیا کے صوبے جامبی میں ایک اژدھے نے ایک دیہاتی عورت کو ہلاک کرنے کے بعد سالم نگل لیا۔ مقامی ذرائع ابلاغ کے مطابق یہ واقعہ 23 اکتوبر کی صبح اس وقت پیش آیا جب درختوں سے ربڑ اتارنے والی زہرا نامی پچاس سالہ خاتون کام پر جارہی تھیں۔ رات کو جب خاتون واپس گھر نہ پہنچیں تو مقامی لوگ ٹولیوں کی شکل میں ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ ایک دن گزرنے کے بعد دیہاتیوں کو قریبی جنگل میں ایک اژدھا دکھائی دیا جس کا پیٹ معمول سے بہت بڑا دکھائی دے رہا تھا۔ مقامی لوگوں نے جب اس اژدھے کو ہلاک کر کے اس کا پیٹ چاک کیا تو ایک خاتون کا مردہ جسم برآمد ہوا۔ مقامی پولیس کے سربراہ مسٹر ایس ہریفا نے واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ جب خاتون کی لاش اژدھے کے پیٹ سے نکالی گئی تو اس کے زیادہ تر اعضا سلامت تھے۔(بی بی سی لندن)

2023 میں میٹرک (xth) کا امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کے لیے امارت شرعیہ میں کوچنگ کا نظم

امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر 2023 میں میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کیلئے امارت شرعیہ کیمپس میں امارت جونیئر پروگرام کے تحت معیاری کوچنگ کا نظم کیا گیا ہے جہاں ماہر اساتذہ کے ذریعہ میٹرک کے امتحان (سی بی ایس ای اور بہار بورڈ دونوں) کی تیاری کرائی جائے گی۔ اس کوچنگ کی مدت میٹرک امتحان سے قبل تک ہوگی اور تعلیم کا وقت دوپہر ساڑھے تین بجے سے چھ بجے تک ہوگا۔ نیز لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ کلاس کا نظم کیا گیا ہے۔ یہاں میٹرک کے تمام اہم سبجیکٹ: میتھ (Math)، سائنس (Science)، انگریزی (English)، سوشل سائنس (Social Science) کی تیاری ماہر اساتذہ سے کرائی جائے گی۔ ایڈمیشن فیس ایک ہزار (1000/-) روپئے، ٹیوشن فیس ماہانہ سات سو روپئے (700) ہے۔ مگر جو طالب علم 95% حاضر ہوگا، اگر آخر میں اس کی کارکردگی (Performance) پچاس فیصد بچوں سے اچھی ہوگی تو ٹیوشن فیس، کورس مکمل ہونے پر واپس کردی جائے گی۔ جو بچے زکوٰۃ کے مستحق ہیں ان کو صرف ایڈمیشن فیس دینی ہوگی۔ ایڈمیشن داخلہ ٹیسٹ (Entrance Test) کی بنیاد پر ہوگا۔ کوچنگ کا یہ نظم غیر رہائشی ہوگا، اس لیے پٹنہ ضلع سے باہر رہنے والے جو بچے اس میں شریک ہونا چاہیں گے انہیں اپنی رہائش کا خود انتظام کرنا ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شرکت کے لیے آن لائن رجسٹریشن جاری ہے، خواہشمند طلبہ اس لنک پر آن لائن فارم بھر سکتے ہیں۔

(https://tinyurl.com/r30junior01)

یا مندرجہ ذیل موبائل پر واٹس ایپ کے ذریعہ میسیج کر کے رجسٹریشن کا لنک طلب کر سکتے ہیں۔ رجسٹریشن کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔

موبائل نمبر: 7903621729/8298969227/8252094905

اس پروگرام میں صرف وہ بچے حصہ لیں جو اپنی محنت پر اعتماد رکھتے ہیں اور ہر روز کم از کم آٹھ سے دس گھنٹے خود سے اپنی پڑھائی میں لگا سکتے ہیں۔ اس لیے ان تمام طلبہ وطالبات سے جو 2023 میں میٹرک کا امتحان دینا چاہتے ہیں ان سے اپیل ہے کہ وہ اس سنہرے موقع کا پورا فائدہ اٹھائیں اور میٹرک کے امتحان کی بہترین تیاری کر کے امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوں تاکہ آپ آئندہ اپنی کامیابی کے ساتھ قوم وملت کے کام آسکیں۔

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس 16 نومبر کو رانچی میں

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ان شاء اللہ مورخہ 16 نومبر 2022 کو عائشہ ٹاور ڈاکٹر فتح اللہ روڈ، رانچی میں منعقد ہوگا اسی ضمن میں 26 اکتوبر کو دفتر امارت شرعیہ رانچی میں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا شبلی القاسمی صاحب کی صدارت میں ایک مشاورتی نشست ہوئی جس میں امارت شرعیہ کے معاون ناظم حضرت مولانا قمر انیس قاسمی صاحب بھی شریک ہوئے، رانچی کے قاضی شریعت مولانا مفتی محمد انور قاسمی نے ابتدائی گفتگو میں جملہ شرکاء کا تعارف پیش کیا پھر میٹنگ کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے سال رواں امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی شوریٰ کا اجلاس رانچی میں طے فرمایا ہے، تمام شرکاء نے حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے فیصلہ کا پرزور استقبال کرتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا اور اجلاس شوریٰ کو ہر طرح سے کامیاب کرنے کا عزم کیا۔ میٹنگ میں اجلاس شوریٰ سے متعلق جملہ انتظامی امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور مرتّب نظام بنایا گیا، قائم مقام ناظم صاحب نے ملک وملت کے احوال کو سامنے رکھتے ہوئے اجلاسِ شوریٰ اور حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم فیصلہ کی معنویت کو پیش کیا۔ قائم مقام ناظم صاحب اور معاون ناظم صاحب نے اجلاس گاہ، قیام گاہوں، طعام گاہ، اور دیگر امور کا معائنہ اور جائزہ بھی لیا اور اطمینان کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے ایک وفد نے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں جھارکھنڈ کے اقلیتی وزیر جناب حفیظ الحسن صاحب سے ملاقات کی اور امارت شرعیہ سے تعلق رکھنے والے مشہور سماجی کارکن جناب اختر صاحب مرحوم کے ورثاء سے ان کے گھر پر ملاقات کر تعزیت مسنونہ پیش کیا، وفد میں امارت شرعیہ کے معاون ناظم حضرت مولانا قمر انیس قاسمی صاحب اور دارالقضاء امارت شرعیہ رانچی کے قاضی شریعت مولانا مفتی محمد انور قاسمی صاحب شامل رہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے 12 ریسرچ اسکالرز پرائم منسٹر ریسرچ فیلوشپ کیلئے منتخب

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے 12 ریسرچ اسکالرز کو لیٹرل انٹری اسکیم کے تحت پرائم منسٹر ریسرچ فیلوشپ (PMRF) سے نوازا گیا ہے، جو پچھلے سال کے مقابلے دوگنا ہے۔ اس موقع پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کی وائس چانسلر پروفیسر نجمہ اختر نے کہا کہ جامعہ ہمیشہ تحقیق، معیار اور طلبہ کی بھلائی کے لیے کھڑا ہے اور اپنے طلبہ کو عظیم بلندیوں کو حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن تعاون فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کارکردگی اعلیٰ معیار کی تحقیق پر یونیورسٹی کی توجہ کی عکاسی کرتی ہے اور مجھے خاص طور پر خوشی ہے کہ 12 میں سے چھ لڑکیاں ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے یونیورسٹی کے دیگر طلبہ خاص طور پر طالبات کو سائنس اور انجینئرنگ کی تحقیق میں اچھی کارکردگی دکھانے کی ترغیب ملے گی۔ پچھلے سال دسمبر 2020 کی ڈرائیو کی لیٹرل انٹری اسکیم کے تحت پی ایم آر ایف کے لیے چھ ریسرچ اسکالرز کا انتخاب کیا گیا تھا۔ سال 19-2018 کے بجٹ میں اعلان کردہ پی ایم آر ایف کو ملک کے مختلف اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تحقیق کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔

اس اسکیم کے لیے منتخب ہونے والے طلبہ میں ندیم احمد (سول انجینئرنگ)، محمد عریز (الیکٹریکل انجینئرنگ)، محمد مسعود اور گلناز تبسم (بائیوٹیکنالوجی)، عائشہ ایمن (بایوسائنسز)، سکینہ مسرت (فزکس)، مدثر یونس صوفی (فزکس) شاہ مشیر العالم (فزکس) شیلی بھردواج اور سنیہا شکلا (کیمسٹری) اور عبدالصمد (سی آئی آر بی ایس سی) کے نام شامل ہیں۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

قوم وملت کے مخلص خدام کی زندگی سے ہم سب کو سبق لینے کی ضرورت: حضرت امیر شریعت

جناب حافظ فخر الدین صاحب اور انجینئر محمد صالح صاحب کے انتقال پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

مدرسہ رحمانیہ سوپول ضلع دربھنگہ کے پرنسپل جناب حافظ فخرالدین صاحب اور امارت مجیبیہ آئی ٹی آئی مہدولی دربھنگہ کے سکریٹری جناب انجینئر صالح صاحب کے انتقال پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا۔ان دونوں حضرات کی رحلت پر اظہارغم کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے کہا کہ یہ دونوں بزرگ قوم وملت کے بےلوث خادم تھے، جنہوں نے اپنی ساری زندگی قوم وملت کی خدمت میں لگا دی۔ جناب حافظ فخر الدین صاحب نے ایک طویل مدت تک مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ میں خدمت انجام دی، وہاں کے پرنسپل بھی رہے اور اپنی صلاحیت اور توانائی مدرسہ کے انتظام وانصرام کو درست کرانے میں لگایا۔ جبکہ انجینئر محمد صالح صاحب نے نہ صرف امارت شرعیہ کے آئی ٹی آئی کے قیام کے لیے اپنی زمین دی بلکہ آئی ٹی آئی کو قائم کرنے اور اس کو ترقی دینے میں ساری زندگی کھپا دی۔قوم وملت کے ایسے خدام کی زندگی سے ہم سب کو سبق لینا چاہئے کہ قوم کی بےلوث خدمت کیسے کی جاتی ہے ۔نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نے دونوں مرحومین کے محاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں حضرات امارت شرعیہ کے بڑے مخلص اور عقیدت مند تھے ۔اپنے اپنے علاقہ میں امارت شرعیہ کے کاز کو مضبوط کرنے کا کام کررہے تھے۔ان کے انتقال سے امارت شرعیہ اپنے ایک سچے مخلص ومضبوط رکن سے محروم ہوگئی ہے۔قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ انجینئر محمد صالح صاحب بہت ہی منکسر المزاج، خلیق اور قوم کا درد رکھنے والے انسان تھے۔ دربھنگہ میں امارت شرعیہ کے آئی ٹی آئی اور دارالقضاء کے قیام کے لیے ان کی جدوجہد اور محنت ہمیشہ یاد کی جاتی رہے گی ۔قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے کہا کہ حافظ فخرالدین صاحب سے میرے دیرینہ مراسم رہے ہیں، رشتہ داری بھی ہے۔ بہت ہی مخلص، حساس طبیعت کے مالک، عبادت گزار، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت کرنے والے اور ہمیشہ ملت کے کاموں کے لیے سرگرم رہتے تھے۔ایسے نیک طبیعت کے انسان کا دنیا سے چلے جانا واقعی بڑے غم کی بات ہے۔انجینئر صالح صاحب بھی امارت شرعیہ کے کاموں میں بہت ہی اخلاص کے ساتھ سرگرم رہتے تھے، دربھنگہ میں دارالقضاء کے قیام کے معاملہ میں انہوں نے جو جدوجہد کی وہ ناقابل فراموش ہے۔مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ ان سے اکثر ملاقات ہوتی تھی، بہت ہی ملنسار، خلیق اور خوش مزاج تھے، امارت شرعیہ سے بہت محبت کرتے تھے، آئی ٹی آئی کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کی ہمیشہ فکر رہتی۔ان کی ذات سے امارت شرعیہ کی تعلیمی سرگرمیوں بہت مضبوطی مل رہی تھی ۔حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر جناب حافظ فخر الدین صاحب کے جنازہ میں شرکت کے لیے مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ایک وفد تشریف لے گیا اور نماز جنازہ میں شرکت کے ساتھ اہل خانہ سے تعزیت کی۔ جناب انجینئر محمد صالح صاحب کے جنازہ میں بھی مولانا سہیل احمد ندوی، مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا مجیب الرحمٰن دربھنگوی اور مولانا محمد ارشد علی رحمانی قاضی شریعت مہدولی پر مشتمل ایک وفد نے شرکت کی اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔

اس تعزیتی نشست میں قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی، صدر مفتی مولانا سہیل احمد قاسمی، مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی ، نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا سہیل احمد ندوی، نائب قاضی مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا احتشام رحمانی، مولانا محمد ارشد رحمانی، جناب امتیاز احمد صاحب، مولانا شمیم اکرم رحمانی، مولانا مطیع الرحمٰن شمشی، مولانا صابر حسین قاسمی، مولانا امتیاز احمد قاسمی، مولانا محمد ابو الکلام شمشی، مولانا راشد العزیزی ندوی، جناب سمیع الحق صاحب، مولانا بدر انیس قاسمی، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی کے علاوہ کارکنان وتربیت قضاء کے طلبہ کی بڑی تعداد شریک تھی۔ آخر میں مرحومین کے لیے ایصال ثواب ومغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی گئی۔

ہر مسلمان اپنے گھر اور خاندان کو اسلامی احکام واخلاق کا پابند بنائے: احمد حسین قاسمی

بیگوسرائے کے مختلف مواضعات میں امارت شرعیہ کا دعوتی واصلاحی دورہ جاری

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت پر ضلع بیگوسرائے کے بلاک بکھری، ناؤکوٹھی اور گڑھ پورہ کی مسلم آبادیوں میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے علماء کرام کا 22 اکتوبر سے دعوتی واصلاحی دورہ جاری ہے۔جس کی قیادت جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ کررہے ہیں۔ ارکان وفد میں جناب مولانا نصیرالدین صاحب مظاہری، دفتر نظامت امارت شرعیہ جناب مولانا ارشد قاسمی صاحب قاضی شریعت گوگری کھگڑیا، جناب ماسٹر محمد انوار صاحب رکن شوریٰ امارت شرعیہ، جناب مفتی خالد حسین نیموی قاسمی صاحب صدر جمعیت علماء بیگوسرائے، مفتی عین الحق امینی قاسمی نائب صدر جمعیت علماء بیگوسرائے، مولانا محمد شعیب عالم قاسمی اور حافظ عبدالحق رحمانی صاحب کے نام شامل ہیں۔

پران پور سمری میں ایک بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے قائد وفد مولانا احمد حسین قاسمی نے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی سوسالہ خدمات کا اجمالی تذکرہ کیا۔انہوں نے کہا کہ ایک طرف اس تنظیم کیا کابرین نے ملک کی جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے تو دوسری طرف جنگ آزادی کے پرآشوب دور میں مسلمانوں کو کلمہ واحدہ کے نام پر ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کیا۔امت کو وحدت کی لڑی میں پرونے کا کام کیا، انتشار کے زمانے میں مسلک ومشرب اور تمام قسم کے تعصّبات سے اوپر اٹھ کر اتحاد واجتماعیت کا سبق دیا، تکثیری ملک میں اپنی دینی ومذہبی شناخت کیساتھ زندگی گزارنے کا عملی کردار پیش کیا۔اسی نہج پر امارت شرعیہ کا کاروان علم وعمل سوسالوں سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے، اس دوران جب بھی شریعت اسلامیہ پر کسی قسم کا حملہ کیا گیا یا ملت اسلامیہ پر کوئی آنچ آئی تو امارت شرعیہ کے اکابرین نے اپنی قوت ایمانی اور اپنی جرأت اسلامی کا بھرپور مظاہرہ کرکے بروقت شریعت وملت کا مکمل دفاع کیا۔انہوں نے حضرت امیر شریعت کا پیغام سناتے ہوئے کہا کہ حالات کی تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے فکر وعمل میں تبدیلی پیدا کریں اور موجودہ صورت حال میں ترجیحی طور پر ہر مسلمان اپنے گھر اور خاندان کو اسلامی احکام واخلاق کا پابند بنائے؛ تاکہ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں آنے والے طوفانوں کا مقابلہ کرسکیں۔ جناب مولانا نصیرالدین صاحب مظاہری دفتر نظامت امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کے موجودہ کارناموں اور حالیہ کاموں کا جائزہ پیش کرتے ہوئے شعبہ امور مساجد کی سرگرمیاں بتائیں اور کہا کہ امارت شرعیہ نے امسال دس اضلاع میں تمام ائمہ مساجد وذمہ داران کو پروگرام منعقد کرکے مساجد کے نبوی کردار سے روشناس کرایا اور مسلسل تمام مسلم آبادیوں میں جاجاکر مساجد کو دینی واصلاحی کاموں کے مرکز بنانے پر زور دیا جارہا ہے۔ دارالقضاء گوگری کھگڑیا کے قاضی شریعت جناب مولا ارشد قاسمی صاحب نے اپنی اصلاحی گفتگو میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کو دور کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے کہا کہ اپنے خاندانی نظام کو درست کیجیے اور میراث میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو اس کا حق دیجئے، ہرایک کے حقوق کی ادائیگی کو معاشرہ میں یقینی بنایا جائے اور نزاعی معاملات کو امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے حل کرایا جائے۔ وفد میں شامل جمیعت علماء بیگوسرائے کے صدر جناب مولانا مفتی محمد خالد نیموی قاسمی صاحب نے اپنے فکرانگیز بیان میں ملت اسلامیہ کو جھنجھوڑا اور کرنے کے اہم اعمال وکردار کی جانب مجمع کو متوجہ کیا۔آپ نے ملت اسلامیہ کی زبوں حالی میں اس کی بدکرداری کو اہم سبب قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے؛ جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کو قبول نہ کرلیں، ہمیں ہرحال میں بنی اسرائیل کے رویہ کو چھوڑنا ہوگا اور زندگی کے تمام میدانوں میں اسوۂ صحابہ پر عمل کرنا ہوگا۔ جبکہ جناب مولانا مفتی عین الحق امینی قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کی وسیع خدمات اور اس کے اکابرین کی ہمہ جہت قربانیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ملت کا دھڑکتا ہوا دل ہے، ہمارا ایمانی تقاضہ ہے کہ ہم اس کی آواز پر لبیک کہیں۔ بکھری سب ڈویزن کے مسلم مواضعات میں جہاں دعوتی واصلاحی اجلاس منعقد ہوئے ان میں قابل ذکر نام یہ ہیں حسن پور باگر وشنو پور، اکہا، مکھا چک، چک حمید، سونما، سمری، پران پور اور بکھڈا جہاں بڑی تعداد میں عوام وخواص نے امارت شرعیہ کے اس وفد کا پرجوش استقبال کیا اور اجلاس میں شرکت کی۔

ان تمام مقامات پر مولانا شعیب عالم قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کے تمام شعبہ جات کا تعارف کرایا اور شرکاء وفد نے مسلمانوں کی دینی وعصری سطح پر حالات حاضرہ کی مناسبت سے تعلیمی، معاشرتی اور اخلاقی رہنمائی کی اور کہا کہ موجودہ وقت میں جبکہ ملی تنظیموں کے سامنے چیلنجز بڑھ گئے ہیں۔ امارت شرعیہ امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی ہدایات اور نگرانی میں اور محترم نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب وقائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب مدظلہما کی جدوجہد سے ترقی کی راہ پر تیزی کیساتھ گامزن ہے۔ ماشاءاللہ ان علاقوں میں اس دورہ سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر ہے اور اس کے بہت مثبت اثرات ظاہر ہورہے ہیں اور مسلمانوں کو دینی وملی طاقت نصیب ہورہی ہے۔ اس پروگرام کے تمام انتظام وانصرام میں جناب مولانا شعیب عالم قاسمی اور مولانا عبدالحق رحمانی صاحبان مبلغین امارت شرعیہ کی قربانی شامل رہی، واضح رہے کہ یہ دورہ بیگوسرائے اور سمستی پور کے مختلف مواضعات میں 31 اکتوبر 2022ء تک جاری رہیگا۔

29 نومبر کو ارریہ اور 30 نومبر کو پورنیہ میں اجلاس عام، تیاریاں زوروں پر

26 اکتوبر بروز بدھ بعد نماز مغرب باراعیدگاہ بلاک ضلع پورنیہ میں امارت شرعیہ کے نائب ناظم حضرت مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نے شہر پورنیہ میں امارت شرعیہ کے زیراہتمام امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں 30 نومبر کو منعقد ہونے والے اجلاس عام کی تیاری کا جائزہ لینے کے لیے منعقد مشاورتی نشست سے خطاب کیا۔آپ نے کہا کہ 30 نومبر 2022 کو شہر پورنیہ میں امارت شرعیہ کے زیراہتمام منعقد ہونے والا اجلاس وقت کی اہم ضرورت ہے، اس اجلاس کو کامیاب اور بامقصد بنانا دینی تقاضوں میں شامل ہے ۔اسی ضمن میں مورخہ 27 نومبر کو علماء ودانشوران کی ایک میٹنگ زیرصدارت نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی مدظلہ شہر کی وسیع جامع مسجد؛ مسجد رضوان میں منعقد ہوئی میٹنگ میں بڑی تعداد میں ذمہ داروں نے شرکت کی ۔اس میٹنگ میں میں بھی 30 نومبر کو شہر پورنیہ میں منعقد ہونے والے خصوصی اجلاس و اجلاس عام کو کامیاب بنانے کے لئے مشورے ہوئے ۔اور حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ کا مؤثر خطاب ہوا۔ نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے تمہیدی بیان میں اجلاس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ان مشاورتی میٹنگوں کے انعقاد میں مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ کے علاوہ امارت شرعیہ کے دیگر مبلغین، نیز ہر بلاک کے علماء، ائمہ کرام اور مخلص نوجوانوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔

27 اکتوبر 2022 کو ہی ارریہ ضلع کے بھرگاماں بلاک کی کثیر مسلم آبادی والے علاقے امان اللہ پٹی کی جامع مسجد میں ارریہ شہر میں 29 نومبر 2022 کو منعقد ہونے والے اجلاس کی تیاری کے تعلق سے ایک میٹنگ منعقد ہوئی، آس پاس کے تقریباً پچاس گاؤں کے علماء، ائمہ، دانشوران اور سماجی کارکنان نے شرکت کی ، میٹنگ میں قاضی شریعت دارالقضاء بسہریا ہاٹ مولانا عبد التواب صاحب ، الحاج یحییٰ خان صاحب ، قاری ظفر الحق صاحب اور، مولانا محمد عتیق اللہ رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ نے خطاب کیا۔ ان سبھی مشاورتی میٹنگوں میں حاضرین نے پورے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لینے اور اجلاس کو کامیاب بنانے کا عہد کیا۔

بھوک کا تاریخی اور سماجی پس منظر

ڈاکٹر مبارک علی (بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)

انسانی تہذیب میں بھوک کا اہم کردار رہا ہے۔ غذا جمع کرنے اور شکار کے زمانے میں بھوک کو دُور کرنے کے لیے انسان نے جڑی بوٹیوں اور پھلوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔ جب ایک جگہ غذا کے ذرائع ختم ہو جاتے تھے تو انسان دوسرے علاقے کو دریافت کرتا تھا، جہاں اسے غذا مل سکے لیکن آخر میں اس نے ایک جگہ آباد ہو کر زراعت کو اختیار کیا تا کہ اپنی غذا کے بارے میں اس کو اطمینان رہے۔ اسی کے نتیجے میں اس نے زراعت اور کاشت کاری کے نئے طریقے اختیار کیے تا کہ پیداوار میں اضافہ ہو اور زائد پیداوار کو محفوظ کر کے کسی بھی بحران کا مقابلہ کر سکے۔ جب بھی قبائل یا قوموں میں باہمی جنگیں ہوتی تھیں تو سب سے پہلے مخالف کے کھیتوں کو جلایا اور برباد کیا جاتا تھا تا کہ وہ بھوک سے مجبور ہو کر اتحاد کر لیں۔ جب بھی قلعوں کا محاصرہ کیا جاتا تھا تو سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ ان کے کھانے پینے کی اشیاء کو روک دیا جائے، جس کی وجہ سے محصور لوگ مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ بھوک کے آگے بہادری، شجاعت اور اسلحہ بھی بے کار ہو جاتا تھا۔ دنیا بھر میں قحط اور خشک سالی جب بھی آتی تھی تو لوگ بھوک کا شکار ہو کر ہزاروں کی تعداد میں مر جاتے تھے لیکن چونکہ ابتدائی زمانے میں باہمی رابطے کم تھے، اس لیے نہ تو دوسرے علاقوں سے ان کو مدد پہنچائی جا سکتی تھی اور نہ ہی دوسروں کو قحط کے بارے میں کچھ علم ہوتا تھا اور عام طور سے لوگ قحط کے اثرات سے ناواقف رہتے تھے۔

جب 1899ء میں اخبارات میں پہلی مرتبہ قحط زدہ لوگوں کی تصاویر شائع کی گئیں تو انہیں دیکھ کر دوسری اقوام کو یہ اندازہ ہوا کہ بھوک انسان کو کیسے تبدیل کر دیتی ہے، یہ تصویریں بے انتہا دردناک تھیں، انسانی ڈھانچے، دھنسی ہوئی آنکھیں بے بسی کا منظر پیش کرتی تھیں۔ اس لیے جدید دنیا کی اقوام کو اس بات کا احساس ہوا کہ بھوک کو دُور کرنے کے ذرائع کو تلاش کیا جائے تا کہ انسان اس المیے سے محفوظ رہ سکے۔ اسی کے ساتھ انسانی تاریخ میں بھوک کو بطور سیاسی حربے کے استعمال کرنا شروع کیا گیا۔ ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ جب فوج کو تنخواہ نہیں ملتی تھی تو وہ اپنے کمانڈر کے خیمے یا گھر کا محاصرہ کر کے کھانے پینے کی اشیاء کو وہاں نہیں جانے دیتے تھے، لیکن وہ خود بھی کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کے مطالبات مان لیے جائیں۔ اس طریقے کو ''گھیراؤ کرنا'' کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد بھوک کو سیاسی لیڈروں، بیروزگار لوگوں اور غربت سے مارے افراد نے بطور احتجاج استعمال کرنا شروع کیا۔ جب انگلستان کے فوجی جنوبی امریکہ میں Boer جنگ کے بعد واپس آئے تو یہ بیروزگار ہو چکے تھے اور ان کے کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا ان فوجیوں نے حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ ان کی مالی مدد کی جائے تا کہ وہ بھوک سے نجات پا سکیں۔ اس کے بعد سے برطانیہ میں بھوک کے خلاف لوگوں کے مظاہرے شروع ہو گئے۔ برمنگھم، لیورپول اور مانچسٹر سے بیروزگار لوگوں کے قافلے مظاہرہ کرتے ہوئے لندن تک آئے لیکن اکثر حکومت نے ان کے مطالبات کو تسلیم نہیں کیا۔ بھوک کا ایک اور سیاسی استعمال عوامی لیڈروں نے کرنا شروع کیا۔ اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے ان لوگوں نے بھوک ہڑتال کو اختیار کر کے حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ ہندوستان میں خاص طور سے گاندھی جی نے کئی بار مرن برت رکھ کر اپنے مطالبات منظور کرائے۔ اب بھوک ہڑتالی کے حربے کو طالب علم، مزدور اور سیاسی رہنما استعمال کرتے ہیں۔ حکومت بھی ان کے دباؤ میں آ کر یا تو ان کے مطالبات کو تسلیم کر لیتی ہے یا انہیں مجبوراً کچھ کھلا کر ان کی جان بچا لیتے ہیں کیونکہ ان کے مرنے کی صورت میں ہنگامے کا خطرہ ہوتا ہے۔

برطانیہ کے سامراجی دور میں ہندوستان اور آئرلینڈ اس کی کالونیاں تھیں، جہاں قحط اور بھوک کا سلسلہ تھا لیکن اس نے اپنے تمام ذرائع کے باوجود ان پر قابو نہیں پایا۔ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار میں آنے کے بعد 1770ء کی دہائی میں بنگال اور بہار میں سخت قحط پڑے کیونکہ کمپنی نے کسانوں سے زبردستی لگان وصول کیا، جبکہ مغل دورِ حکومت میں قحط اور خشک سالی کے دوران لگان معاف کر دیا جاتا تھا اور حکومت لنگر قائم کر کے بھوکوں کو کھانا فراہم کرتی تھی۔

مسلسل قحطوں کی وجہ سے بنگال، جو ہندوستان کا سب سے زیادہ زرخیز صوبہ تھا، وہ بنجر ہو کر رہ گیا اور بنگال کو بھوکا بنگال کہا جانے لگا لیکن سب سے بڑا المیہ 1943ء کے قحط کے دوران ہوا۔ اس وقت دوسری عالمی جنگ جاری تھی۔ بنگال کے چاولوں کو فوجی محاذوں پر پہنچا دیا گیا اور جب قحط پڑا تو چرچل نے سخت مخالفت کی کہ بنگالیوں کی کوئی مدد نہ کی جائے، اس قحط میں تقریباً 60 لاکھ لوگ بھوک سے مارے گئے۔ ان کی لاشیں سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر پڑی رہیں۔ ہندوستانی اور برطانیہ کی حکومتوں نے قحط کی خبروں کو خفیہ رکھا۔ اسی سرد مہری کا مظاہرہ برطانیہ نے آئرلینڈ کے ساتھ کیا۔ آئرلینڈ کی زمینوں پر برطانوی فیوڈل لارڈز کا قبضہ تھا، جبکہ آئرش لوگ بطور کاشت کار ان زمینوں پر کام کرتے تھے۔ امریکہ سے آلوؤں کے آنے کے بعد یہ ان کی غذا ہو گئی تھی لیکن جب 1844ء میں آلوؤں کی کاشت خراب ہوئی تو آئرلینڈ کے لوگوں کے لیے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ بھوک سے مرے اور ہزاروں لوگوں نے ہجرت کر کے امریکہ میں پناہ لی۔ برطانوی حکومت نے ان کی مدد کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اس کے برعکس قحط کے بارے میں دو نظریات کو مقبول بنایا گیا ایک تو یہ کہ یہ خدا کی جانب سے عذاب ہے؛ لہٰذا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دوسرا نظریہ یہ تھا کہ آزاد منڈی کے اصول پر اس کا حل نکالا جائے اور قحط کے اصل ذمہ دار قحط زدہ لوگ خود ہیں۔ نوبل انعام یافتہ امرتیہ سین کی تحقیق کے مطابق قحط کی اصل وجہ انتظامیہ کی خرابی ہے۔ قحط ہمیشہ قدرت کی طرف سے نہیں آتا بلکہ اسے لانے والے انسان ہی ہوتے ہیں، اگر انتظامیہ کو درست کر دیا جائے تو قحط کے خطرات ٹل سکتے ہیں۔

1930ء کی دہائی میں جب برطانیہ میں نچلے طبقوں میں غربت اور بھوک پھیلی تو اس پر توجہ دی گئی کہ انسانی صحت کے لیے غذا کیسی ہونی چاہیے اور یہ صحت مند غذا کس طرح لوگوں تک پہنچے؟ ریسرچ سے یہ بھی واضح ہوا کہ اگر غذا صحت مند نہیں ہو گی تو اس کا اثر انسان کی ذہنی صلاحیتوں پر ہو گا اور وہ اس قابل نہیں ہو گا کہ اپنے کام کو بہتر طریقے سے سرانجام دے سکے۔ پہلی اور دوسری جنگوں کے بعد دنیا پر جو چیز واضح ہوئی، وہ یہ تھی کہ ترقی یافتہ قوموں میں اسلحہ سازی پر جس قدر رقم خرچ کی گئی، اتنی رقم بھوک اور غربت کے لیے نہیں رکھی گئی، جس کی وجہ سے جنگوں نے تباہی اور بربادی بھی کی اور بھوک کی شدت کو آگے بڑھایا۔ اس کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیاء کے لئے راشن مقرر کیا گیا، لیکن قوموں نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا اور آج بھی امیر اور غریب دونوں ملکوں میں غذائی سہولتوں سے زیادہ اسلحہ پر خرچ کیا جاتا ہے۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے غذا کی دستیابی ممکن ہو گی؟ اور کیا بھوک کا خاتمہ ہو سکے گا؟ ہمارے سامنے چین کی مثال موجود ہے، جس نے اپنے لوگوں کو غربت سے نکال کر انہیں ایک توانا اور خوشگوار زندگی دی۔ جن ملکوں میں غربت اور بھوک موجود ہے، وہاں امیر اور غریب کا فرق بھی ہے جبکہ آج بھی فاقہ زدہ لوگ اپنے وقار اور عزت سے محروم احساس کمتری کا شکار ہیں۔

منی لانڈرنگ کیس؛ صحافی رعنا ایوب کے خلاف چارج شیٹ پیش

سہیل انجم (بحوالہ وائس آف امریکہ)

منی لانڈرنگ کے معاملات پر نظر رکھنے والے بھارت کے ادارے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) نے سینئر صحافی رعنا ایوب کے خلاف اتر پردیش کی ایک عدالت میں چارج شیٹ پیش کر دی ہے۔ مذکورہ ادارہ 2021 میں اتر پردیش پولیس کی جانب سے رعنا ایوب کے خلاف درج ایف آئی آر کی بنیاد پر منی لانڈرنگ کے معاملے کی تحقیقات کر رہا تھا۔ خاتون صحافی پر الزام ہے کہ انہوں نے فلاحی کاموں کے نام پر عوام سے غیر قانونی طور پر فنڈز حاصل کیے تھے۔ ای ڈی کی چارج شیٹ کے مطابق رعنا ایوب نے فنڈز کے حصول کے لیے تین مواقع پر مہم چلائی اور آن لائن چندہ حاصل کرنے والے پلیٹ فارم ''کیٹو'' کے توسط سے کروڑوں روپے جمع کیے۔

تحقیقاتی ادارے کے مطابق خاتون صحافی نے سال 2020 کے ماہ اپریل اور مئی میں کچی بستیوں کے رہائشیوں اور کسانوں کے لیے، اسی سال جون اور ستمبر کے دوران آسام، بہار اور مہاراشٹرا میں ریلیف کا کام کرنے کے لیے اور پھر سال 2021 کے مئی اور جون کے دوران کووڈ-19 سے متاثرہ افراد کی مدد کے لیے فنڈز اکٹھا کرنے کی مہم چلائی تھی۔ ای ڈی کا الزام ہے کہ رعنا ایوب نے ان مواقع پر مجموعی طور پر دو کروڑ 69 لاکھ روپے اکٹھے کیے جن میں سے 80 لاکھ 49 ہزار روپے غیر ملکی کرنسی میں ملے تھے۔ لیکن جب محکمۂ انکم ٹیکس نے غیر ملکی چندہ حاصل کرنے میں فارن کنٹری بیوشن ریگولیٹری ایکٹ (ایف سی آر اے) قوانین کی مبینہ خلاف ورزی کی تحقیقات شروع کی تو انہوں نے غیر ملکی چندہ واپس کر دیا۔

واضح رہے کہ ای ڈی نے رواں برس 4 فروری کو منی لانڈرنگ کی روک تھام کے ایکٹ 2002 کے تحت رعنا ایوب کے بینک اکاؤنٹ میں سے ایک کروڑ 77 لاکھ روپے کی رقم ضبط کر لی تھی۔ خاتون صحافی نے اس کارروائی کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا تھا، جس پر عدالت نے سماعت جاری رہنے تک ای ڈی کو فنڈ ضبط کرنے سے روک دیا تھا۔ ای ڈی کا یہ بھی الزام ہے کہ رعنا ایوب نے آن لائن پلیٹ فارم کے ذریعے اپنے والد اور بہن کے بینک اکاؤنٹ میں فنڈ منگایا جو بعد میں ان کے ذاتی اکاؤنٹ میں منتقل کر دیا گیا۔ انہوں نے ان رقوم میں سے اپنے نام میں 50 لاکھ روپے کی فکسڈ ڈپازٹ کی اور مزید 50 لاکھ نئے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیے۔ ای ڈی کا الزام ہے کہ خاتون صحافی نے صرف 29 لاکھ روپے فلاحی کاموں میں استعمال کیے، جب کہ چارج شیٹ میں یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے باقی اخراجات دکھانے کے لیے فرضی بل جمع کرائے۔

واضح رہے کہ رعنا ایوب اس وقت ایک صحافتی پروگرام میں شرکت کی غرض سے امریکہ میں موجود ہیں۔ انہوں نے ای ڈی کی جانب سے چارج شیٹ پر اپنے ردِعمل میں کہا کہ یہ کارروائی انہیں نشانہ بنانے اور ہراساں کرنے کی ایک اور کوشش ہے، یہ قانون اور مرکزی ایجنسی کا غلط استعمال ہے، اس کا مقصد حکومت پر تنقید کرنے سے انہیں روکنا ہے۔

انہوں نے ایک ٹویٹ میں کہا کہ ''میرا قلم کبھی خاموش نہیں ہو سکتا، میں نے ایک روز قبل ہی امریکہ میں بھارت میں پریس کی آزادی پر حملے کے معاملے میں ایک سیمینار منعقد کیا ہے، میں ملک کے کمزور طبقات پر ظلم کے خلاف آواز بلند کرتی رہوں گی۔'' ان کے بقول انہیں یقین ہے کہ یہ کارروائی عدالت میں نہیں ٹھہر سکتی، وہ ایک صحافی کی حیثیت سے اپنا کام کرتی رہیں گی۔ انہوں نے الزامات کے جواب میں کہا کہ کووڈ-19 کے متاثرین کی امداد کے لیے جو فنڈز جمع کیے گئے تھے اس سے انتہائی ضرورت مند افراد کی مدد کی گئی اور انہیں خوشی ہے کہ کورونا سے متاثر کئی خاندانوں کی امداد کی گئی۔ نئی دہلی کے صحافیوں نے ای ڈی کی اس کارروائی پر ردعمل ظاہر کیا ہے، پریس کلب آف انڈیا کا کہنا ہے کہ اگر کسی صحافی کو سیاسی بدنیتی کے تحت ہراساں کیا جاتا ہے تو اس کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔

پریس کلب آف انڈیا کے صدر اوما کانت لکھیڑہ نے وائس آف امریکہ سے گفتگو میں کہا کہ جب رعنا ایوب کے خلاف منی لانڈرنگ کا کیس بنایا گیا تھا تو اس وقت یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ان کے خلاف فرد جرم بھی داخل کی جائیگی، کیوں کہ انہوں نے 2002 کے گجرات فسادات کے سلسلے میں ''گجرات فائلز'' کے نام سے جو کتاب تصنیف کی ہے اس پر مودی حکومت دفاعی پوزیشن میں ہے۔ ان کے مطابق رعنا ایوب پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں اگر وہ درست ہیں اور انہوں نے واقعی خلافِ قانون کوئی کام کیا ہے تو ان کے خلاف ضرور کارروائی ہونی چاہیے، لیکن اگر انتقامی جذبے کے تحت کارروائی کی گئی ہے تو اس کی مذمت کرتے ہیں۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ موجودہ حکومت نے متعدد صحافیوں کے خلاف بے بنیاد الزامات کے تحت مقدمات قائم کیے ہیں۔ رعنا ایوب نے ایک صحافی کی حیثیت سے جو کام کیا ہے اس کی اپنی اہمیت ہے اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اوما کانت لکھیڑہ کہتے ہیں موجودہ دورِ حکومت میں صحافیوں کے خلاف جو مقدمات قائم ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر سیاسی وجوہات کی بنا پر قائم ہوئے۔ ان کے بقول آج بہت سے صحافی حکومت کی مبینہ غلط پالیسیوں کے خلاف لکھ رہے ہیں اور حکومت ایسے صحافیوں سے ناراض ہے۔ اسی لیے ان کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ تاہم مرکزی حکومت صحافیوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کے الزامات کی تردید کرتی ہے۔ متعدد وزراء نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ حکومت اظہارِ رائے کی آزادی کی حامی ہے اور وہ پریس پر کسی بھی قسم کی پابندی کے خلاف ہے۔

حجاب پر فیصلے کے پیمانے الگ الگ کیوں؟

سید سرفراز احمد

مذہبی آزادی اس ملک کا دستوری حق ہے جس سے کوئی بھی مذہب مستثنیٰ نہیں ہے اور نہ اس آزادی سے کسی بھی مذہب کو دوسرے مذہب کے خلاف نہ کوئی حکومت کو کسی مذہب کے خلاف بیر رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مضبوط جمہوریت کی خوبصورت عکاسی کی بہترین علامت ہے ورنہ اگر معاملہ اسکے برعکس ہو تو اس ملک کی جمہوریت اور حکومتیں مشکوک بن جاتی ہیں، حکومت چاہے ریاستی ہو یا مرکزی انکا کام اپنی رعایا کو خوشحال رکھنا ہر ایک طبقہ کے ساتھ اعتماد کی پختگی کو برقرار رکھنا ملک اور ریاست میں امن و بھائی چارگی قائم رکھنا، خوشحال کا مطلب دستور اور جمہوریت کو مدنظر رکھتے ہوئے مذہبی حقوق کو پامال ہونے سے بچایا جائے بین المذاہب توازن برقرار رکھا جائے ریاست کو ایک فلاحی اور ترقی یافتہ بنایا جائے نظم و نسق کے اصولوں پر بناء کوئی تفریق کے پابندی کے ساتھ سختی سے عمل کیا جائے لیکن موجودہ معاملہ بالکل مختلف ہے کیونکہ ہندوتوا کے پیروکار حکمران ملک کی دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی شریعت اور اسلامی اصولوں کو چھین کر اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں جو مختلف حربے جیسے شہریت ترمیمی قانون، طلاق، حجاب، مساجد، مدارس اسلامیہ، اذان، نماز وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہراساں کررہے ہیں جنکا واحد مقصد اس ارض وطن پر بسنے والے ہمہ مذاہب کے خوبصورت گلدستہ پر غالب ہوکر ہندوتوا کو نافذ کرنا ہے۔

ماہ فروری میں جنوبی ہند کی ریاست کرناٹک کی بھاجپا حکومت کی جانب سے حجاب پر پابندی کے بعد جو ہنگامہ برپا ہوا اسکا نظارہ دنیا نے دیکھا لیکن حکومت کی ہٹ دھرمی کے سبب طالبات کو مجبوراً عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا اس امید سے کہ عدالت عدل کے پیمانے کو جانچ کر فیصلہ دے گی لیکن طالبات کو 15 / مارچ کرناٹک ہائی کورٹ سے ناامیدی ہی ہاتھ آئی، واضح ہو کہ کرناٹک ہائی کورٹ نے حجاب کو مذہب اسلام کا لازمی حصہ نہ بتا کر حجاب پر پابندی عائد کردی لیکن طالبات نے شکست کو تسلیم نہ کیا اور نہ انکے قدم متزلزل ہوئے بلکہ ہمت و جرات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہوئے اپنے دستوری حق کیلئے عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جسکی سماعت دو رکنی بنچ نے کی جہاں ایک طویل جرح ہوئی قرآن کے حوالے جات پیش کیئے گئے حکومت نے اپنا موقف رکھا اور عدالت اعظمیٰ نے فیصلہ محفوظ رکھ لیا تھا جسکے بعد انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی اور 13 / اکٹوبر کو فیصلہ آیا جو دونوں ججس کے درمیان منقسم ہوگیا۔

جسٹس ہیمنت گپتا اور جسٹس سدھانشو دھولیا اس دو رکنی بنچ کے منصف تھے جبکہ گپتا اس فیصلہ کے بعد اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے والے تھے (جو ہوچکے ہیں) جنکا فیصلہ کرناٹک ہائی کورٹ کے فیصلہ کے مطابق حجاب پر پابندی برقرار رکھنے کا تھا، جبکہ جسٹس سدھانشو دھولیا نے حجاب کو طلباء کے انتخاب کا فیصلہ دیا اب اس متضاد فیصلے سے انصاف پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا بلکہ فیصلہ مساویانہ تقسیم ہوگیا اب مزید اس فیصلہ کی سماعت سہ رکنی یا پنچ رکنی آئینی بنچ کرسکتی ہے لیکن اہم سوال یہ ہیکہ اس دو رکنی بنچ کے فیصلے کے پیمانے الگ الگ کیوں تھے؟ اس سوال کے جواب کو تلاش کرنے کیلیئے دونوں جسٹس حضرات کے کیئے گئے تبصروں کو کھنگالنا ضروری ہے اور یہ کیوں ضروری ہے اسکا ذکر ہم آگے کے سطور میں کریں گے، اول یہ کہ جسٹس گپتا نے جسطرح سے طویل سماعت کے دوران دیگر مذاہب کے طلباء کے پگڑی دوپٹہ تلک کو حجاب سے موازانہ کرنے سے گریز کیا دوم یہ کہ انھوں نے کرناٹک ہائی کورٹ کی طرح حجاب مذہب اسلام کا لازمی حصہ نہیں ہے یہ تو نہیں کہا لیکن حجاب پہن کر اسکول جانے کو ضد بتا کر سیکولرزم اقدار کے خلاف بتایا سوم یہ کہ انھوں نے کہا کہ طلباء کلاس روم میں حجاب پہننے کے حق کا دعوی نہیں کرسکتے اور نہ ہی یہ تعلیم کے حق سے محروم کرتا ہے جبکہ جسٹس سدھانشو دھولیا نے تبصرہ کرتے ہوئے مدلل طریقے سے ان نکات پر بھی غور و خوض کیا جس پر جسٹس گپتا نے نہیں کیا جسٹس دھولیا نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ ایک طالبہ کو جو حقوق سماج میں حاصل ہے یعنی کہ وہ اپنی چار دیواری میں اور اسکے باہر حجاب پہننے کا حق رکھتی ہے تو یہ حق اسکول کے کلاس روم پر کیسے ختم ہوسکتا ہے اگر وہ اپنے تحفظ کیلیئے بنیادی حق کا استعمال کرتے ہوئے حجاب پہنتی ہے تو یہ حق اسکو ہر جگہ بشمول کلاس روم میں بھی ملنا چاہیئے انھوں نے حکومت کے حکم نامہ کو خارج کردیا اور ہائی کورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیا۔

اب اس متضاد فیصلہ کے بعد سہ رکنی یا پنچ رکنی آئینی بنچ جو فیصلہ کرے گی وہ قابل قبول سمجھا جائے گا، لیکن اس فیصلہ میں بھی دو رکنی بنچ کے فیصلہ کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے اگر آئینی بنچ دو رکنی بنچ کے فیصلوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے فیصلہ سناتی ہے تو فیصلہ طالبات کے حق میں آسکتا ہے یہ اسلیئے کہہ رہا ہوں کہ جسٹس دھولیا نے اس فیصلہ میں جو دلائل پیش کیئے ہیں وہ اتنے ٹھوس اور قابل قبول بھی ہیں انھوں نے آئینی حقوق و قانون کیساتھ ساتھ طالبات کو درپیش چیلینجس جنسی سماجی ثقافتی، تہذیبی کلچر و انسانی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ سنایا یہی نہیں بلکہ آگے بڑھ کر کہا کہ آئین اور سماج کے درمیان جو قانونی رشتہ ہے اس میں ایک اہم رشتہ اعتماد بھی ہے یہ وہ اعتماد ہے جو ملک کی اقلیتیں اکثریت پر تکیہ کی ہوئی ہیں جسٹس دھولیا کے اس نکتہ سے یہ عیاں ہو رہا ہیکہ وہ حجاب کے معاملہ میں عدل کے ذریعہ اعتماد کی فضاء کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جسکی گواہی ہندوستانی آئین بھی دیتا ہے یہی نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھکر بھی انھوں نے کہا کہ کرناٹک حکومت کا حجاب پر امتناع کا حکمنامہ بھی انسانی اقدار کی عین منافی ہے مجموعی طور پر دھولیا نے حجاب معاملہ کو ہر سمت پر غور و خوض کرتے ہوئے فیصلہ سنایا جبکہ گپتا نے جو تبصرہ کیا ہے جسکا نچوڑ کرناٹک ہائی کورٹ کے فیصلہ کی مکمل پیروی کررہا ہے جنکے تبصرے میں کوئی خاصی دلیل نہیں ملتی بلکہ سب کچھ وہی ہے جو کچھ ہائی کورٹ کے فیصلہ میں دیکھنے کو ملا مجموعی طور پر جسٹس گپتا کا فیصلہ دستوری اور قانونی نوعیت سے کمزور نظر آرہا ہے جنکی دلیل جو صرف ایک ڈریس کوڈ پر محیط ہے، لیکن طالبات کے دستوری و تعلیمی بنیادی حقوق سے کوئی دلیل پختہ اور ٹھوس نہیں ہے اسی مناسبت سے جسٹس دھولیا کا فیصلہ آئینی بنچ کو غور و خوض کرنے پر ضرور آمادہ کرے گا۔

اوپر ہم نے جس سوال کا جواب ادھورا چھوڑا تھا کہ حجاب پر فیصلے کے دو الگ الگ پیمانے کیوں؟ جسکو ہم نے جسٹس حضرات کے لگ بھگ تقریباً تبصروں کو تو ضرور کھنگال لیا ہے اور فیصلہ پر تبصروں کی مکمل تصویر بھی آچکی ہے اب جس سوال کا جواب دینا تھا اس سوال کا جواب بھی سوالیہ ہی ہے جس سے آپکو سمجھ میں آجائے گا سوال یہ ہیکہ سپریم کورٹ کے تقریباً ججس نے اپنی سبکدوشی سے قبل ہی اسطرح کے فیصلے کیوں دے کر جارہے ہیں؟ جسطرح سے جسٹس گوگوئی نے بابری مسجد کا فیصلہ رام مندر کے حق میں سنا کر سبکدوش ہوکر انعام کے طور پر راجیہ سبھا میں داخل ہوئے اور بابری مسجد تنازعہ کا فیصلہ سنانے کے بعد کی داستان خود انھوں نے اپنی کتاب جسٹس فار جج میں لکھتے ہوئے جو حیرت ناک انکشافات کیئے ہیں وہ بہت تشویشناک ہیں جبکہ ابھی جسٹس گپتا بھی حجاب مخالف فیصلہ سنا کر سبکدوش ہوچکے ہیں بہر حال یہ سب سمجھانے کی نہیں، بلکہ سمجھنے کی ضرورت ہے اب دیکھنا یہ ہیکہ عدالت اعظمیٰ کی آئینی بنچ کیا حجاب کو طالبات کا آئینی بنیادی حق اور اسلام کا لازمی جز مان کر عدل کرے گی یا پھر کرناٹک ہائی کورٹ کے فیصلہ پر برقرار رہے گی یہ تو آنے والا وقت طے کرے گا۔

مسلم بہنوں کی ذمہ داریاں

سمیہ بنت محمد کامل

آج کل سوشل میڈیا سمیت ہر طرف حجاب ہی حجاب کا شور ہے۔ کہیں یہ سننے کو مل رہا ہے کہ حجاب اسلام کے essential practices کا حصہ نہیں ہے اور حجاب essential نہیں ہے۔ اس جملے نے میرے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ میری ہر سانس کہہ رہی ہے کہ تمہاری قوم کی پستی کے لیے صرف یہی جملہ کافی ہے اور اس جملے کی بار بار دستک نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا کہ کیا یہی وہ قوم ہے جس کے لیے قرآن مجید میں: ”یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیبِھِنَّ“ جیسی آیت نازل ہوئی، کیا یہ وہی قوم ہے جس کو: ”وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِھِنّ“ کہہ کر نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کیا یہ وہی قوم ہے جس کو پردے کے لیے قرآن میں سورہ نور اور سورہ احزاب جیسی سورتیں دی گئیں؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کے لیے پردے میں ہی کامیابی کا راز بتایا گیا تھا؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کو پاکیزہ ازواج مطہرات کی پاک زندگیوں کا نمونہ ملا تھا؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کو فاطمۃ الزہراء، سیدہ عائشہ، خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما وغیرہ جیسی نیک سیرت مائیں تھیں؟ کیا ہم اسی قوم کی مائیں، بیٹیاں ہیں جنہوں نے بیٹے کی شہادت کے وقت بھی پردے کو نہیں چھوڑا۔ کیا ہم اسی قوم کی مائیں بہنیں ہیں جنہوں نے پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد مسجد سے گھر تک بغیر چادر میں لپٹے ہوئے جانا پسند نہیں فرمایا؟ کیا ہم اپنی ان ہی پاکیزہ ماؤں کی بیٹیاں ہیں جن کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جیسی عظیم الشان دولت نہ صرف دے کر بلکہ سکھا کر ایک نہیں انیک جگہوں پر بتادیا کہ تمہارا درجہ بڑا ہی نہیں، بلکہ بہت بڑا ہے، لیکن کب؟ جب تم فیشن کے نام پر اور آج کل trends کے نام پر وہ کپڑے پہنو جن سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت نفرت ہے۔ جب تم وہ کپڑے پہنو جنہیں دیکھ کر شیطان تک شرمائے۔ جب تم وہ کپڑے پہننے لگ جاؤ جنہیں دیکھ کر یہودی خوش ہوکر یہ کہنے لگ جائیں کہ ”آج ہم نے اپنے مشن کو پورا کرلیا۔“ نہیں بالکل نہیں!!! بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْر“ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تقوے کا لباس تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور ”وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ“ فرما کر اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ حجاب دوپٹا تمہارے لیے essantial چیز ہے۔ اے میری قوم کی پیاری بہنو! کیا تمہیں یہ پتا نہیں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں بتادیا ہے کہ بے پردہ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس وقت سے اللہ کے فرشتے اس پر لعنت کرنا شروع کردیتے ہیں جب تک لوٹ کر گھر واپس نہیں آجاتی۔ اور کیا تمہیں یہ نہیں پتا کہ جو عورت بے پردہ اور ننگے سر بازار میں پھرتی ہے تو ان عورتوں کو جہنم کے اندر ان کے بالوں کے ذریعہ لٹکا دیا جائے گا اور جہنم کی آگ کی گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا ہوگا۔

میری پیاری بہنو! یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن و حدیث کی ان وعیدوں کی روشنی میں ہمارا طرز عمل کیا ہے؟ غالبًا ہمارے اسی طرز عمل اور حلیے کو دیکھ کر غیروں کو یہ کہنا پڑ گیا کہ ”حجاب essential نہیں ہے؟“ افسوس ہے ہمیں اپنی حالت پر ہے کہ ہمیں کس چیز کا حکم دیا گیا تھا اور ہم نے اس حکم سے اپنے آپ کو نہ صرف بری الذمہ سمجھ کر بلکہ اپنے حلیے کو ایسا بنا کر لوگوں کے دلوں میں اور لوگوں کی نظروں میں اپنے مقام کو گرالیا اور دوسروں کو ایسا جملہ کہنے پر مجبور کرڈالا۔ جب کہ ہم تو وہ قوم تھے جس کی خوشبو کو، جس کے گھنگھروؤں کی آواز کو بھی پردے میں رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے آج ہم نے اپنے مقام کو نہ صرف پہچانا، بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صحیح طریقے کو بالائے طاق رکھ کر بلکہ بھلا کر کامیابی کی تلاش میں دنیا کی غیر قوموں کے پیچھے پیچھے ان کی پوشیدہ تدبیروں کو خوشی کے ساتھ قبول کرکے آفسوں میں اور غیر ضروری جگہوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوکر اندھی کامیابی کے پیچھے زندگی کی دوڑ میں لگا رہے ہیں اور شیطانی ہتھکنڈوں میں آکر اپنے آپ کو خوش نصیب محسوس کرکے تنزل کے راستے میں جاتے ہوئے اپنے آپ کو ترقی کی بلندی پر محسوس کررہے ہیں۔ افسوس! تجھ سے تیرے جوہر مٹ گئے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام شرم وحیاء، عفت وعصمت اور پاکدامنی کا نام ہے۔ اسلام نے عفت و پاکدامنی کا ایسا سبق دیا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دیا اور ہماری سو فیصد کامیابی اپنے طریقے پر چلنے میں ہی مضمر ہے۔ ہماری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ہم کیوں نہیں دوسروں سے سبق لیتے؟ جو قوم بھی اپنے طریقے کو مضبوطی سے تھام کر، ایک جُٹ ہوکر عمل کرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس سے اس کے طریقے کو نہیں چھین سکتی۔ اس کی مثال آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ آج ہمارے سِکھ بھائیوں کو helmet کی جگہ اپنی مخصوص پگڑی پہننے کی اجازت ہے اور یہ ان کے لیے essential چیز قرار دے کر ان سے کچھ نہیں کہا جارہا ہے، لیکن ہمارے حجاب کو غیر essential کہہ کر ہم سے ہمارا حق چھینا جارہا ہے اور آج کل حجاب کے بارے میں اپنی قوم کے لوگ دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ مسلم قوم کے لیے حجاب ایک ضروری اور اہم چیز ہے، لیکن پھر دوسری طرف ہمارے سامنے رکھ کر غیر قوموں کو یہ کہتے دیر نہیں لگتی کہ یہ غیر ضروری ہے ورنہ مسلم لڑکیاں حجاب پہن کر اس کے ضروری ہونے کا پختہ ثبوت پیش کرتیں۔ اے قوم کی بہنو! تم اپنی پہچان کو کھو کر اس قدر خوش نظر آتی ہو جیسے تم نے ہی ترقی کے سارے راستے طے کیے ہوں، تو تم کو یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو بالائے پشت رکھ کر نہ کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے اور نہ ہوسکے گا۔

اے قوم کی پیاری بہنو! ماؤ اور بیٹیو! تمہیں تو جنت کی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی سیرت پیدا کرنی تھی۔ تمہیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسی صفات پیدا کرکے اور انہیں اپنا role model بنا کر دنیا کو یہ دکھلانا تھا کہ آج بھی وہی قوم ہیں جس کے لیے پردہ جیسے پہلے ضروری تھا، آج بھی ضروری ہے اور تا قیامت ضروری رہے گا۔

تعلیمی پسماندگی کیسے دور کریں؟

ڈاکٹر فہیم الدین احمد

تعلیمی پسماندگی کے اس پر آشوب دور میں بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کے روشن مستقبل کے حوالے سے غور و فکر کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ جہاں آج پوری دنیا تعلیم و تعلم کے ذریعہ حیرت انگیز طور پر بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر رہی ہے، وہیں مسلمانوں کی شرح خواندگی کی رپورٹ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق تعلیم میں ''جین'' مذہب سب سے ترقی یافتہ ہے، جب کہ قوم مسلم تمام مذاہب میں سب سے پسماندہ ہے، یہاں تک کہ دلت قوم بھی تعلیم میں مسلمانوں سے آگے ہے۔ قوم مسلم میں ۴۲ فی صد یعنی ایک سو میں بیالیس لوگوں نے کالج کا منہ تک نہیں دیکھا۔ سب سے کم تعداد میں اسکولوں میں داخلہ لینے والے مسلم بچے ہیں اور سب سے زیادہ بیچ میں پڑھائی چھوڑنے والے بھی مسلمانوں کے بچے ہیں۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ایک سو مسلم بچوں میں صرف پانچ بچے ہی گریجویشن مکمل کر پاتے ہیں۔ 513 اعلیٰ پی، ایچ، ڈی میں صرف ایک مسلم ہوتا ہے۔ جس قوم کے اندر اتنی تعداد میں لوگ ناخواندگی کی زندگی بسر کر رہی ہو تو وہ قوم دنیا میں کس طرح بلند مقام حاصل کر سکتی ہے؟

تجزیہ کے بعد مسلم قوم کی اس پسماندگی کے پیچھے درج ذیل چند خاص اسباب نظر آتے ہیں۔ اصل وجہ والدین کی ناداری و مفلسی ہے جو اپنے بچوں کے تعلیمی اخراجات پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ حکومتی غیر معیاری تعلیم کی وجہ سے عوام کا اعتماد پرائیویٹ اسکولوں پر ہوتا ہے۔ مفلس اور نادار طبقہ اپنے بچوں کو معیاری اسکولوں میں نہیں پڑھا سکتا۔ بلکہ والدین گھریلو بجٹ پورا کرنے کے لیے بچوں کو نوکری پر لگا دیتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ عوام کے پیش نظر تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دوسری اہم وجہ ماں باپ کا ناخواندہ ہونا ہے۔ انھیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کیسے اور کہاں تک کرائیں؟ تعلیمی حوالہ سے ان بچوں کو کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔ نتیجتاً ایسے بچوں کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے۔ ایک بڑی پریشانی کا سامنا یہ ہے کہ اگر بچوں کو مدرسے میں شریک کرواتے ہیں تو دنیا کی تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں اور اگر اسکول میں داخلہ دلاتے ہیں تو وہ دین کی تعلیم، نماز و طہارت وغیرہ اور زندگی کے اہم مسائل میں شرعی رہنمائی سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ حد تو یہ ہے ماں باپ گزر جائیں تو انہیں نماز جنازہ تک پڑھنا نہیں آتا۔ بس لوگوں کو دیکھ کر فرض اتارتے ہیں۔

لہٰذا ہر جگہ ایک ایسی کمیٹی کی سخت ضرورت ہے جو باہمی امداد کے تصور کے تحت معاشرے کے خوشحال طبقے کے ساتھ مل کر معاشرے کے پسماندہ افراد کی مدد کر کے خصوصاً انھیں جہالت، بیماری، غربت، بے روزگاری، محرومی اور قدرتی آفات و بلیات سے نکال کر خوش حال زندگی کی راہ پر گامزن کرے۔ جس کی پہلی ترجیح سب کے لیے تعلیم "Education For All" کے نعرہ کے ساتھ علاقہ بھر میں ایک عظیم تعلیمی انقلاب کے لیے کام کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر جگہ ایسے ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو صحیح دینی و دنیاوی تعلیم کے ذریعے قوم کے نونہالوں کے مستقبل کو سنوارے اور وہ درج ذیل خصوصیات کا حامل ہو۔

ایک استاذ کے تحت صرف بیس سے پچیس بچے ہوتے ہیں تا کہ اچھی طرح بچوں کو پڑھایا جا سکے۔ پانچ چھ سال تک کے بچوں کو ایک سال کے اندر قاعدہ سے ناظرۂ قرآن تک کی مکمل تعلیم مکمل کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ نرسری، ۔ایل کے جی اور یو کے جی کی پوری تعلیم دی جائے۔ ناظرۂ قرآن کے بعد جب بچہ حفظ کی کلاس میں داخل ہو تو ایک سال میں 10 پارے حفظ کرانے کا ہدف حاصل کیا جائے۔ حفظ مکمل کرنے تک اردو و نقل و املا، اہم احادیث و دعائیں حفظ کرانا، فرائض غسل و وضو اور اس کا عملی طریقہ، مکمل نماز، سلام و مصافحہ و معانقہ، کھانے پینے، سونے جاگنے، ماں باپ، بھائی بہن کے آداب، پڑوسی اور چھوٹوں بڑوں کے ساتھ حسن سلوک، اس طرح کے دیگر روزمرہ مسائل سے متعلق اہم تعلیمات سکھلائی جائیں۔ نیز تحریری و تقریری صلاحیت پیدا کی جائے۔ ساتھ ہی انگلش، ہندی اور حساب بھی لازماً سکھایا جائے۔ یوں ان شاء اللہ پانچ سال کے اندر اندر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچہ حفظ مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ پانچویں کلاس تک کی تعلیم بھی مکمل کر لے گا۔

اب آگے بچہ کہاں اور کس ادارے میں پڑھے؟ بچے کی ذہنی وسعت اور دلچسپی کے مطابق اسے بہترین عالم و مفتی یا ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر وغیرہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بڑی بڑی دانش گاہوں اور جامعات میں داخلہ کے وسائل فراہم کیے جائیں۔ اگر کوئی بچہ غریب گھر سے تعلق رکھتا ہے تو حتی الوسع اس کی تعلیم و تربیت کے اخراجات علاقائی تنظیم برداشت کرے۔

نیز وہ علاقائی تنظیموں کے تحت گاؤں دیہات کے مکاتب و مدارس کا جائزہ لے کر صحیح تعلیمی نظام و نصاب کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔ بہت سے بچے غریبی اور بہت سے امیروں کے بچے بھی غفلت کے سبب اسکول نہیں جاتے۔ لہٰذا ہر گاؤں میں تعلیمی بیداری کے لیے (Parents Workshop) کا اہتمام کیا جائے جس میں والدین سے ملاقات کر کے ان کے بچوں کے روشن مستقبل اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت کے حوالے سے گفت و شنید کی جائے و نیز ان بچوں کو پرائمری اسکولوں یا خواندگی سنٹر میں داخل کرانے کے لیے ان کے ماں باپ کو شعور دلایا جائے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو کسی وجہ سے دین کا علم حاصل نہ کر سکے ہوں ان کے لیے گاؤں گاؤں میں خصوصی پروگرامز منعقد کیے جائیں۔

ڈینگو وائرس کے حملے

دنیا بھر میں ڈینگو وائرس پہلے بھی کروڑوں انسانوں کو شکار بناتا آیا ہے، تاہم پچھلے چند ہفتوں میں یہ رفتہ رفتہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ اس وائرس کے پھیلاؤ کے باعث مریضوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا پرانا نام ہڈی توڑ بخار تھا۔ یہ مرض نیا نہیں، بلکہ اس کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ اس مرض کے وبائی شکل میں پھیلنے کا ذکر سترھویں صدی کی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کے ایک ارب سے زیادہ افراد ڈینگو وائرس سے متاثر ہیں۔

کئی ممالک جن میں پیراوئے، وینزویلا، پیرو، میکسیکو، کولمبیا، برازیل، بولیویا، ایل سلواڈور، پاکستان اور بھارت شامل ہیں، اس وائرس کی زد میں آ چکے ہیں۔ ڈینگو مچھر 100 کلو میٹر کا سفر طے کر کے بھی اسے وہاں پہنچا سکتا ہے، یعنی اس وائرس کو وہاں منتقل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ڈینگو وائرس صرف مادہ مچھر (Aedes Aegypti) کے کاٹنے سے اس کے لعاب دہن کے ساتھ انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ نر مچھر پھولوں اور پتوں وغیرہ پر گزارا کرتے ہیں۔ یہ مچھر گندے پانی پر پرورش پانے کے بجائے صاف پانی کے ذخیرے پر پلتے ہیں۔ مادہ مچھر انڈے دیتی ہے، جو سال بھر تک خشک جگہ پر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اگر مادہ مچھر کے جسم ڈینگی وائرس ہے تو انڈے میں بھی وائرس ہوگا۔ جب ان انڈوں کو پانی یا نم جگہ مل جائے تو یہ تعدیہ (انفیکشن) پھیلانے والے بڑے مچھر بن جاتے ہیں۔ پلاسٹک کی گیلی تھیلیوں کا ذخیرہ بھی ان کی افزائش کی بہترین جگہ ہے۔ مشروبات کی بوتلوں کے ڈھکنوں اور قابل تلف (Disposable) بوتلوں اور جوس کے خالی ڈبوں میں بھی یہ پروان چڑھتے ہیں۔ اسی طرح گھروں میں پانی کے پودے جو بوتلوں میں لگائے جاتے ہیں، ان میں بھیان کی افزائش ہو سکتی ہے۔ گھروں میں ڈبلیوسی (Water Closet) اور اس کے کناروں میں موجود گڑھوں میں بھی ان مچھروں کی افزئش کے شواہد موجود ہیں۔ ایئر کنڈیشنر سے گرنے والا پانی بھی ان کی پرورش میں مدد دے سکتا ہے۔ ان مچھروں کے بچے صاف پانی میں ایک ماہ تک بغیر غذا کے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ مچھر درختوں کے سوراخوں میں اور گیلے پتوں پر بھی پروان چڑھتے ہیں۔ دنیا بھر میں ڈینگو کا مچھر دوسری جنگ عظیم اور اس کے بعد ٹائر کی صنعت اور سیاحوں کے ذریعے پھیلا ہے۔ گھر میں پانی کی ٹنکی میں جانے والے پائپ کے سوراخ میں نمی کی جگہ یہ مچھر پروان چڑھ سکتے ہیں۔ مسجدوں کے طہارت خانوں میں موجود لوٹوں میں بھی یہ پرورش پا سکتے ہیں۔ ڈینگو وائرس مشرقی ایشیا کے ممالک انڈونیشیا، ملائیشیا اور سنگاپور وغیرہ میں عام ہے۔ ڈینگو وائرس دراصل متاثرہ مادہ مچھر کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ یہ مادہ مچھر عام طور پر صبح یا شام کے وقت انسان کو کاٹتی ہے، یہ بے آواز ہوتی ہے، اس لئے پتا ہی نہیں چلتا۔ ماہرین کہتے ہیں کہ سالانہ دس کروڑ سے زیادہ افراد اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور دنیا کی آبادی کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ اس وائرس سے متاثر ہوتا ہے۔

ڈینگی وائرس کی علامات حسب ذیل ہیں: تیز بخار، فلو، گلے میں خراش، جسم پر سرخ دھبے، بے چینی اور سردی لگنا، سر میں شدید درد، آنکھوں کے پچھلے حصے میں درد، جوڑوں اور پٹھوں میں درد، ابکائیاں اور قے شامل ہیں۔ اگر مذکورہ علامات یا ان میں چند بھی کسی شخص میں نظر آ رہی ہوں تو فوری طور پر معالج سے رجوع کرنا چاہیے یا پھر مریض کو ہسپتال میں داخل کر دینا چاہیے، تا کہ اس کی دیکھ بھال اور مرض کی تشخیص صحیح طریقے سے ہو سکے۔

لیبارٹری میں مریض کے خون کا مکمل ٹیسٹ ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں مریض کے خون میں موجود تشتریوں (Platelets) کی تعداد چیک کی جاتی ہے۔ خون کی نارمل رپورٹ میں 40 سے 50 ہزار تشتریاں نظر آ جاتی ہیں، لیکن بعض مریضوں میں 15 سے 20 ہزار تک ہوتی ہیں۔ اصل میں ہمارے جسم میں کروڑوں چھوٹی چھوٹی خون کی تشتریاں ہیں، جن میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہیں۔ یہ پنکچر کا کام کرتی ہیں اور خون بہنے سے روکتی ہیں۔ تشتریوں کی زندگی دس روز ہوتی ہے۔ یہ ہڈیوں کے گودے میں تیار ہوتی ہیں۔ ڈینگی وائرس (ڈینگی کا وائرس Flavivirus کہلاتا ہے) سے شدید متاثر مریضوں کے جسم میں تشتریاں کم ہو جاتی ہیں، لہٰذا ڈاکٹر اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مریض کو مطلوبہ تشتریاں دینے سے مریض کے جسم میں ردعمل (Reaction) ہو سکتا ہے، جو آگے چل کر مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ ان تشتریوں کو ریفریجریٹر میں رکھا جاتا ہے، تا کہ یہ ہر وقت پلتی رہیں، ورنہ یہ جم جاتی ہیں اور فائدہ مند نہیں رہتیں۔ ڈینگی بخار کے خوف سے مریض کے والدین، رشتے دار اور دوست احباب بہت متاثر ہوتے ہیں۔ مریض کی حالت جتنی خراب ہوتی ہے، اس سے زیادہ ان کے قریب رہنے والے لوگ پریشان ہوتے ہیں، لیکن اس ضمن میں لوگوں کو گھبرانا یا خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ جدید طبی تحقیقات کے مطابق عام ڈینگی بخار خطرناک نہیں ہوتا اور کم و بیش ایک سے دو ہفتوں میں مناسب دیکھ بھال اور علاج سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ البتہ دو صورتوں میں ڈینگی بخار انتہائی پیچیدگیاں اور شدید خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں ڈینگی بخار کے مریض کو اگر مادہ مچھر دوبارہ کاٹ لے تو وہ ڈینگی ہیمر ہیجک فیور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس بخار میں جسم کی چھوٹی رگوں کے پھٹنے سے ناک اور مسوڑوں سے خون خارج ہونے لگتا ہے۔ دوسری میں مریض ڈینگی شاک فیور کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس بخار میں مریض پر ڈینگی کی دہشت یا خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے، لیکن مذکورہ بخاروں کی شرح پوزیٹو مریضوں (وہ مریض جنہیں ڈینگی بخار تشخیص ہو جاتا ہے) میں تین سے پانچ فیصد تک ہے، تاہم خوف و ہراس کے خاتمے کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر بھی انتہائی ضروری ہیں۔

ڈینگی بخار انسان سے انسان کو نہیں لگتا۔ جب مریض بخار میں مبتلا ہو جائے تو اسپرین اور دافع درد قسم کی گولیوں کا کھانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، اس لئے کہ یہ معدے میں زخم پیدا کر دیتی ہیں اور جریانِ خون کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ بخار کو کم کرنے کے لئے صرف پیراسیٹامول دینا چاہیے اور اگر ڈاکٹر نے کسی اور عارضے یا تکلیف کے سبب پانی زیادہ پینے سے منع نہ کیا ہو تو روزانہ ڈھائی سے تین لیٹر پانی پینا بہت مفید ہوتا ہے۔ (ماخوذ روزنامہ تاثیر 18/ اکتوبر 2022)

حقوق و فرائض

'مہر' کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں

مولانا مدثر احمد قاسمی

ایک طرف جہاں حقوق کی باتیں ہورہی ہیں کہ ہر ایک کو اس کا مناسب حق ملے اور اس کے لئے مختلف جماعتیں اور حقوق انسانی کی تنظیمیں فعال کردار ادا کررہی ہیں، وہیں دوسری طرف افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مسلم خواتین کے ایک ایسے حق کو جو ان کا لازمی اور واجبی حق ہے، خود مسلمانوں نے تقریباً بھلا دیا ہے۔ اس کے سبب مسلم خواتین بیچارگی کی ایک تصویر بن کر رہ گئی ہیں۔ یہ حق مہر ہے جو شریعت اسلامیہ نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے عورتوں کو دیا تھا اور جس کی بنیاد پر عورتیں خوف ودہشت سے پاک عزت وتکریم کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوگئی تھیں۔ ایسا نہیں ہے کہ لوگوں نے رسمِ نکاح میں اس کو یکسر ختم کردیا ہے بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ مہر لفظی اور علامتی طور پر تو اب موجود ہے لیکن کثیر تعداد میں ایسے افراد ہمارے درمیان موجود ہیں جو اس کی ادائیگی کو ضروری نہیں سمجھتے اور اسی وجہ سے ادا بھی نہیں کرتے حالانکہ مہر عورت کا شرعی حق ہے اور جسے ادا کرنا واجب ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے یہاں یہ رجحان پایا جاتا تھا کہ عورتوں کا کوئی حق ہے ہی نہیں۔ اسی طرح سے قدیم یونانی اور دیگر تہذیبوں میں عورتوں کو کم ذات اور انتہائی گھٹیا مخلوق تصور کیا جاتا تھا لیکن دین فطرت اسلام ہے، اس نے تمام باطل رجحانات کو سرے سے ختم کرکے عورتوں کے تمام حقوق کو یقینی بنایا اور اس طریقے پر انہیں عزت سے جینے کا پروانہ عطا کیا۔ اب اگر کوئی مسلمان عورتوں کے حقوق کو پامال کرتا ہے تو یہی مانا جائے گا کہ وہ اب بھی جاہلیت کے پردے سے باہر نہیں آیا ہے۔ لہٰذا ایسے افراد کے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کے حوالہ سے اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنائیں۔

مہر مذہبِ اسلام کا وہ زریں باب ہے جو اسلام کے سوا کسی مذہب یا قوم میں نہیں ہے۔ اس کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اور عورتوں کے مہر بخوشی ادا کردیا کرو''۔ یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ یہ وہ تحفہ ہے جس کی ادائیگی واجب اور لازم ہے اور عدمِ ادائیگی کی صورت میں اس پر سخت وعید بھی ہے۔

اس کے علاوہ ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ آج کا مسلم معاشرہ مہر کی رقم متعین کرنے کے سلسلہ میں حد سے زیادہ بے اعتدالی کا شکار ہے اور اس کی بنیادی وجہ بھی مہر کی ادائیگی کے سلسلہ میں نیت کی خرابی ہی معلوم ہوتی ہے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ لڑکی والے اس نیت سے کہ ہماری بیٹی کی زندگی محفوظ ہوجائے اور شوہر کسی بھی حال میں طلاق دے کر اسے اپنی زندگی سے الگ نہ کرے زیادہ سے زیادہ مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ زیادتی اتنی ہوتی ہے کہ عام طور پر شوہر اس کو کسی بھی صورت میں ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتا کیوں کہ متعینہ رقم اس کی مالی حیثیت اور وسعت سے بہت اوپر کی چیز ہوتی ہے۔ ستم یہ ہے کہ اس کے باوجود لڑکا اور اس کے رشتہ دار بطور مہر اس رقم کو قبول کرلیتے ہیں کیوں کہ درپردہ ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ''مہر ادا ہی نہیں کرنا ہے چاہے جتنی رقم طے کرلو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' حالانکہ اصولی اعتبار سے مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعین نہیں ہے لیکن اس کو متعین کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے، نہ اتنی معمولی ہے کہ اس کی کوئی قدر ہی نہ رہے اور نہ اتنی زیادہ ہو کہ اس کی ادائیگی دشوار ہوجائے۔ اسی لئے بہتر بات یہ ہے کہ مہر دونوں طرف کی دلی رضامندی سے طے ہو۔ بہت سے علاقوں میں محض 786 روپے مہر طے کردیتے ہیں جب کہ دس درہم (تقریباً دو ہزار روپے) سے کم تو مہر ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا ایسے لوگوں کا نکاح اگرچہ ہوجائے گا لیکن مہر مثل ادا کرنا پڑے گا۔

اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہمارے پیش نظر ضرور رہنا چاہیے، جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''اے لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ باندھنا اس لئے کہ اگر دنیا میں یہ کوئی شرف وعزت کی چیز ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ حقدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نکاح کیا ہے یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کا نکاح کیا ہے۔'' ہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحبِ وسعت بنایا ہے اور وہ زیادہ مہر ادا کرنے پر قادر ہے تو وہ حسنِ نیت سے ایسا کرسکتا ہے اور احسان کی وجہ سے مذہبِ اسلام میں یہ ایک قابلِ ستائش عمل بھی ہے۔

مہر زیادہ متعین کرنے کے بعد مسلم معاشرے میں ایک غلط طرزِ عمل یہ ہے کہ شوہر کی ہر ممکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ بیوی مہر معاف کردے۔ اس سلسلے میں شریعتِ مطہرہ کا واضح نقطۂ نظر یہ ہے کہ مہر بیوی نے اگر خوش دلی سے بغیر کسی جبر اور دباؤ کے معاف کیا ہو تو معاف ہوجاتا ہے، پھر دوبارہ اسے مانگنے کا حق بھی نہیں رہتا، (لیکن بالعموم معافی میں جبر یا دباؤ یا شرما حضوری کا پاس ولحاظ شامل رہتا ہے)۔ ایسی حالت میں معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ کیوں کہ شریعت کا یہ اصول ہے کہ کسی بھی شخص کا مال آپ اسی وقت استعمال کرسکتے ہیں جب وہ برضا ورغبت اس کی اجازت دے۔

اس وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرض الموت میں شوہر کی طرف سے بیوی سے مہر معاف کرانے کے جو مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں ان میں اگر بیوی خوش ولی کے بغیر کسی دباؤ کے تحت معاف کردیتی ہے تو ٹھیک ورنہ اس حالت میں بھی زبردستی مہر معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوگا اور شوہر آخرت کے مواخذہ سے نہیں بچ پائے گا۔ اگر زندگی میں مہر کی ادائیگی نہیں ہوپائی تو مرنے کے بعد شوہر کے ترکہ سے تجہیز وتکفین کے خرچ کے بعد بیوی کے مہر کی ادائیگی ہوگی پھر اس کے بعد ہی وصیت کا نفاذ اور میراث کی تقسیم ہوگی۔

مذکورہ بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حسنِ معاشرت اور مہر کی عدمِ ادائیگی کی صورت میں آخرت کے مواخذہ سے بچنے کے لئے ہمیں اتنا ہی مہر متعین کرنا چاہیے جتنا بآسانی ادا کیا جاسکے اور اس بابت یہ حدیث بھی ہمارے سامنے رہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ برکت والی خاتون وہ ہے جس کا مہر سہل اور آسان ہو۔ (مسند احمد، بیہقی) ہمیں چاہیے کہ ہم حصول برکت اور توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اگر استطاعت ہو تو مہر فاطمی کو رواج دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات اور بنات طاہرات کا جو مہر مقرر فرمایا تھا اسی مقدار کو سنت مقدار کہتے ہیں اور یہی مقدار مہر فاطمی کی ہے۔

اپنا سیاسی وزن بڑھایئے

جاوید اختر بھارتی

ملک کے نظام کو چلانے کے لئے حکمت عملی مرتب کرنا حکومت کا کام ہے، لیکن اسی حکمت عملی پر نظر رکھنا حزب مخالف کا کام ہے، معلوم یہ ہوا کہ ملک کی اور ملک کے عوام کی بھلائی کی ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے ملک کو سجانے و سنوارنے کی ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جب دونوں کے اندر ایسا ہی نیک نیتی کا جذبہ ہوگا تو ملک ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگا،، ہاں اگر حکومت یہ تہیہ کرلے کہ ہمیں حزب مخالف کی بات تسلیم کرنا ہی نہیں ہے، کیونکہ وہ حکومت سے باہر ہے اور حزب مخالف بھی یہ ٹھان لے کہ ہمیں حکومت کی بات ماننا ہی نہیں ہے، حکومت کے کسی کام کی حمایت کرنا ہی نہیں ہے کیونکہ حکومت ہماری پارٹی کی نہیں ہے تو ایسی صورت میں ٹکراؤ کی نوعیت پیدا ہوتی ہے اور ایسی نوعیت سے نہ ملک کا بھلا ہوسکتا ہے اور نہ ہی عوام کا اور فی الحال ہمارے ملک میں ایسی ہی تصویر نظر آرہی ہے جس کی وجہ سے گھوم پھر کر سارا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے اب آگے بڑھئے جہاں تک بات سیاست اور حمایت کی ہے تو سیاست پر تبصرہ تو ہو چکا اب حمایت پر غور کرنا ہے جلسے میں صدارت کا اعلان ہوتا ہے تو ایک شخص کھڑا ہوکر اس کی تائید کرتا ہے تو اسی کو حمایت کہا جاتا ہے الیکشن کا بگل بج جانے کے بعد تمام پارٹیاں اپنے اپنے انتخابی منشور جاری کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر پارٹی کی سماج کی معزز شخصیات سے ملاقات کرنے اور ان کے ذریعے ان کے سماج سے اپنے حق میں ووٹ دینے کی اپیل کرنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اپیل کرتے بھی ہیں اسی کو حمایت کہتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سماج کے کسی بھی با اثر شخصیت کے پاس کوئی جائے تو وہ جب اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ان کا سہارا لے تو کیا ان کی ذمہ داری نہیں بنتی کہ وہ بھی کچھ شرائط رکھیں یا پوچھیں کہ بدلے میں ہمیں کیا ملے گا، ظاہر سی بات ہے کہ صبح سے لے کر شام تک کوئی کسی کے وہاں مٹی بھی پھینکتا ہے تو شام کو اس کی اجرت ملتی ہے جس سے اس کے گھر کا خرچ چلتا ہے اس کے کنبے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو یہ معاملہ تو انفرادی ٹھہرا لیکن اصول اور ضابطہ یہی ہے چاہے پرائیویٹ سیکٹر ہو یا سرکاری کوئی مفت میں کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا اور کوئی مفت میں کام کرے گا تو اس کے گھر والے ضرور اس سے سوال کریں گے کہ آخر جب آپ کے کام سے اور آپ کی محنت سے گھر میں کسی کا بھلا نہیں ہورہا ہے تو ایسی بے گاری سے کیا فائدہ بلا وجہ آپ وقت اور اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ ہمارے مستقبل کو کیوں برباد کررہے ہیں تو یہی چیز سماج کے ان رہنماؤں پر بھی عائد ہوتی ہے جو الیکشن کے ماحول میں کسی نہ کسی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں اور اس پارٹی کے حق میں ووٹ دینے کی اپیل کرتے ہیں تو اس سے سماج کے بارے میں کیا معاہدہ کرتے ہیں اگر کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو وہ اپنے سماج کے لوگوں کو کیوں نہیں بتاتے اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتے ہیں یعنی بلا شرط کسی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں تو کس بنیاد پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہم جسے کہیں گے ہمارا سماج اسی کو ووٹ دے گا ایسا کرنے سے کیا فائدہ،، ہاں اگر صرف آپ کا قد اونچا ہوجاتا ہے تو آپ پورے سماج کو کب تک ایسے ہی برباد کرتے رہیں گے اور جب سے ملک آزاد ہوا ہے تب سے یہی سلسلہ چلا ارہا ہے اندھیروں میں سیاسی حمایت کی جاتی ہے حوالہ پورے سماج کا دیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ حکمراں قوم کی آج سیاسی شناخت بھی باقی نہیں رہی، جبکہ ملک کا دبے سے دبا کچلا طبقہ بھی اقتدار کا مزا چکھ لیا اس لیے کہ وہ سمجھ گئے کہ ماسٹر چابی کا نام سیاست ہے جب تک روئے تو روئے، لیکن روتے روتے سمجھ گئے کہ رونا رونے سے کچھ نہیں ہونے والا بلکہ ملک کے آئین نے جو حق دیا ہے اس کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا اور تلاش کیا جس کے نتیجے میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی،، اور ہمیں جہاں دوسروں نے آکر ایک سیاسی پارٹی سے ڈرایا تو ہمارے لوگوں نے بھی آکر اسی پارٹی سے ڈرایا اور ہم صرف ہرانے والی سیاست تک محدود رہ گئے کہ آج ہم جس پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں تو دبی زبان میں وہ پارٹی بھی کہتی ہے کہ تمہارے سامنے تو خود مجبوری تھی تم جاتے کدھر،، تم نے تو مجبوراً ہماری پارٹی کو ووٹ دیا تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اندھی حمایت کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کراسکتی، جمہوریت میں وہی قوم سربلند ہوتی ہے جس کے اندر سیاسی شعور ہوتا ہے اور وہ احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اس کے اندر احساس برتری کا حوصلہ ہوتا ہے آج تو مسلم قوم کا بہت بڑا طبقہ ووٹ کی اہمیت کو بھی نہیں جانتا اور اسے بتایا بھی نہیں جاتا ساڑھے چار سال تک سناٹا چھایا رہتا ہے چھ مہینے کے لئے ایسے ایسے چہرے نمودار ہوتے ہیں کہ بس یوں محسوس ہوتا ہے کہ ملک کی ہر سیاسی پارٹی کی نکیل انہیں کے ہاتھوں میں ہے، پھر ساڑھے چار سال تک گوشہ نشین ہوجاتے ہیں خدارا اب تو ہوش کے ناخن لیجیے انہیں ساڑھے چار سالوں کے دوران آپ ووٹوں کی اہمیت کو بتایئے، ملک کے آئین نے ملک کی عوام کو کیا حق دیا ہے، یہ بتایئے سیاست سے قریبی اور دوری کے کیا نقصانات اور فوائد ہیں یہ بتایئے صرف یہ کہہ کر چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے کہ اب سیاست گندی ہوگئی ہے معاف کیجئے گا سیاست کل بھی گندی نہیں تھی اور آج بھی گندی نہیں ہے سیاست کرنے والے جیسی سوچ کے ہونگے ویسا ہی فیصلہ لیں گے آپ اچھی سوچ کے ہیں تو اچھی سوچ کے ساتھ سیاست میں حصہ لیجئیے اور پورے سماج کو سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیجئے تاکہ اچھا سیاسی ماحول قائم ہو ورنہ اندھیرے میں سیاسی پارٹیوں کی حمایت کرنے سے نہ اب تک کچھ بھلا ہوا ہے اور نہ ہوگا ہمیں یہ بات دھیان میں رکھنا چاہئے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور نماز سب سے افضل عبادت ہے تو وہاں بھی تاکید کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ نماز کے دوران صفوں میں خلا نہ رکھیں، بلکہ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں ورنہ خلا ہوگا تو وہاں شیطان داخل ہوجائے گا اب اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب سیاست میں خلا پیدا ہوگا اور اچھے لوگ دوری بنائیں گے تو اس خالی جگہ کو بھرنے کے لئے کون لوگ آئیں گے؟ پھر تو آیئے اور اپنے سیاسی وزن کو بڑھائے، سیاسی میدان میں سروں کو گنا جاتا ہے، اگر ہم بھی مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھیں گے تو سیاست کا نقشہ بدلے گا اور ملک کے حالات بھی بہتر ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت کے زریں کارنامے

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق کا اصل نام عبداللہ اور ان کے والد ماجد کا عثمان تھا مگر دونوں بالترتیب اپنی اپنی کنیت ابوبکر اور ابوقحافہ سے زیادہ معروف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے بلا جھجک اور بلا سوچ بچار اسلام لائے، اس لیے صدیق کہلاتے ہیں۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی سب سے بزرگ ترین شخصیت سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ انہوں نے آپ کی اور اسلام کی بہترین خدمات انجام دیں۔ وہ آپ کے ہردم کے ہر آن کے رفیق تھے، آپ کے ہر کام کے شریک، آپ کے سب سے بڑے مزاج شناس اور اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا تن من اور دھن قربان کر دیا۔ اسی بنا پر وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت ابوبکر کو بعض ایسے امتیازات حاصل تھے جو اور کسی کو نصیب نہ ہوئے ان میں مستقل صحبت نبوی کا شرف، غار ثور اور ہجرت مدینہ میں معیت کا شرف اور آپ کی بیماری میں نماز کی امامت کا شرف اہم ترین ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق نے کل دو برس تین ماہ گیارہ دن حکومت کی۔ اس مختصر مدت میں انہوں نے عظیم کارنامے انجام دیے۔ ان میں سب سے اہم اسلامی حکومت اور ریاست کا تحفظ و استحکام ہے۔ دوسرا قریبی ممالک یا جزیرہ نمائے عرب کے باہر اسلامی فتوحات کے آغاز کا کارنامہ ہے۔ تیسرا دینی خدمات پر مشتمل ہے۔ چوتھا خلافت اسلامی کا عظیم ترین اور بے مثال آدرش قائم کرنا ہے جو ان کے بعد کسی اور کے بس کا نہیں رہا اور قیامت تک کوئی اس تک نہ پہونچ سکے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے ہی جزیرہ نمائے عرب کے بعض حصوں میں اسلامی ریاست کے خلاف مذہبی اور سیاسی بغاوتیں پھیلنے لگی تھیں۔ ان میں یمامہ کے قبیلۂ بنوحنیفہ کے ایک جاہ پسند سردار مسیلمہ اور صوبۂ یمن کے قبیلۂ مذحج کے ایک جرأت آزما اسود عنسی نے نہ صرف سیاسی شورش پیدا کی، بلکہ اپنے لیے رسول یا نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا اگرچہ اسود عنسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند دن پیشتر ہی یمن کے وفادار ایرانی نسل کے مسلمانوں کی مدد سے نبوی افسروں کے ہاتھوں مارا گیا۔ مگر اس کے ماننے والوں اور بعض جنوبی قبائل کی بغاوت آپ کے بعد بھی جاری رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد بعض موقع پرست اور مرکزیت سے گریزاں افراد و طبقات نے اسلامی ریاست کے خلاف باقاعدہ مسلح بغاوت کر دی، بلکہ مدینہ منورہ تک پر حملہ کر دیا۔ پوری اسلامی ریاست اور اسلامی نظام کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا۔ ان دشمنِ اسلام طبقات کے خلاف جو جنگیں اور فوجی کارروائیاں کی گئیں وہ ردہ جنگوں کے نام سے مشہور ہیں اور یہ زمانہ ردہ یعنی ارتداد کا زمانہ کہلاتا ہے کیوں کہ مخالفوں نے اسلام یا اسلامی ریاست سے منہ پھیر لیا تھا۔

اسلام دشمن عناصر کو عام طور سے تین طبقوں یا گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: (۱) زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے جن کو عام طور سے ''مانعینِ زکوٰۃ'' کہا جاتا ہے۔ (۲) جھوٹے نبی (المتنبّون) اور (۳) مرتد افراد، قبیلے اور علاقے (مرتدین)۔ صورت حال کچھ ایسی بن گئی تھی کہ یہ تینوں گروہ الگ تھلگ کام کرنے کے باوجود آخر میں ایک ہو گئے اور اکثر کا ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ اسلام کے خلاف رہا۔ صرف مرتدین کا ایک گروہ ایسا تھا جو اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب پر لوٹ گیا تھا اور اس نے جھوٹے نبیوں کو نہیں مانا تھا۔

اسلامی تاریخ کے مصادر خاص کر قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوی (اعراب) مسلمانوں میں سے کچھ لوگ زکوٰۃ و صدقات کو جرمانہ سمجھ کر ادا کرتے تھے اور کچھ بدوی قبیلے اور لوگ کفر و نفاق میں بہت پکے اور اسلام کے مخالف تھے۔ جب کہ انہیں بدوی قبائل میں بہت سے پکے مومن و مسلم تھے۔ نیم مسلم اعراب میں سے جو مدینہ منورہ کے اردگرد آباد تھے، جہاد سے بھی جی چراتے تھے (سورہ فتح ۱۱، حجرات ۱۴) ان اسباب سے اور کچھ یہ سوچ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ دینا ضروری نہیں اور اسلامی ریاست اتنی متحد نہیں رہی ان قبیلوں نے اسلامی ریاست کو زکوٰۃ و صدقات دینے سے انکار کر دیا۔ ان میں عبس و ذبیان کنانہ، غطفان اور خاص کر انکے کچھ خاندان و طبقات نے مدینہ منورہ اپنے نمائندے بھیج کر خلیفۂ اسلام سے درخواست کی کہ ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے معاف کر دیا جائے۔ باقی اسلامی احکام پر وہ عمل کرتے رہیں گے مگر حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا کیوں کہ اسلام کے ایک رکن کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے۔

مانعین زکوٰۃ کے نمائندوں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا کہ مدینہ منورہ میں فوج نہیں ہے۔ اس لیے انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ حضرت ابوبکر نے ان کی گفتگو اور حرکات و سکنات سے ان کے ارادوں کا پتہ چلا لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مدینہ کی حفاظت اور اس پر اچانک حملہ کے توڑ کا انتظام کر لیا۔ اور اسی رات جب سچ مچ حملہ ہوا تو مسلمان تیار تھے۔ حضرت ابوبکر نے معمولی لشکر کی مدد سے ان کو مار بھگایا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والوں کے دو مراکز تھے: ایک ربذہ کا گاؤں تھا اور دوسرا ذوالقصہ کا۔ حملہ کرنے والے ربذہ سے آئے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کا پیچھا کیا اور بذہ میں ان کو ایک اور کراری شکست دی۔ ربذہ کے باغی ذوالقصہ بھاگے۔ حضرت ابوبکر مدینہ واپس آئے اور انتظامی اور فوجی انتظامات کر کے ذوالقصہ کے باغیوں پر جا پڑے۔ وہ دوسری شکست کھا کر بھاگے اور طلیحہ اسدی کے علاقے بزاخہ اور بطاح میں اس سے جا ملے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اس طرح مانعینِ زکوٰۃ اور ایک جھوٹے نبی کا گٹھ جوڑ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کے ان اقدامات نے مانعینِ زکوٰۃ کے حوصلے پست کر دیے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے پھر زکوٰۃ ادا کر کے پورے اسلام کو مان لیا۔ ان سے سبق سیکھ کر دوسرے قبیلوں کے مانعینِ زکوٰۃ نے بھی توبہ کی اور اسلامی ریاست اور اسلام کی پوری اطاعت کر لی۔ اس طرح مانعینِ زکوٰۃ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ان تمام قبیلوں کے سب لوگ نہ تو مرتد تھے، نہ جھوٹے نبیوں کے ماننے والے اور نہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے۔ تقریباً ہر قبیلہ میں خاصی تعداد میں سچے مسلمان تھے اور ان مسلمانوں نے اپنے ہی ہم قبیلہ دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھایا، مال و جان گنوائی مگر اسلام نہ چھوڑا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی کامیابی کے نتیجے میں جو سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی کامیابی ملی اس سے متاثر ہو کر بعض طالع آزماؤں نے سوچا کہ وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے لیے دنیاوی کامیابی حاصل کر لیں مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جھوٹی نبوت کا پرفریب دعویٰ چند دنوں سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ ایسے چار اشخاص تھے جن میں ایک عورت بھی تھی۔ ان کے نام معہ ان کے قبیلوں اور علاقوں کے حسب ذیل ہیں:

(۱) اسود عنسی، قبیلہ مذحج، یمن کے علاقے میں حیاتِ نبوی میں مدعی نبوت ہوا۔ کچھ قبیلوں نے اس کو اپنا سردار بنالیا۔ (۲) مسیلمہ کذاب، قبیلہ بنوحنیفہ، یمامہ کے علاقے میں اپنے قبیلہ کے علاوہ بعض قریبی قبیلوں کا نبی بن بیٹھا۔ (۳) سجاح بنت الحارث، قبیلہ تمیم و تغلب، یمامہ کے علاقے میں تغلب، ربیعہ، نمر اور شیبان وغیرہ کی نبی بن گئی۔ وہ اصلاً عیسائی تھی۔ بعد میں اس نے مسیلمہ سے شادی کر کے دونوں کا اتحاد اسلام کے خلاف بنالیا۔ (۴) طلیحہ اسدی، قبیلۂ بنواسد، بنوفزارہ، بنوطے اور غطفان کے بعض خاندانوں کا نبی بن بیٹھا۔ اس کا علاقہ مدینہ کے شمال میں تھا۔

ان جھوٹے نبیوں کے ماننے والوں کی اکثریت تو غیر مسلم لوگوں پر مشتمل تھی، لیکن بعض کچے مسلمان بھی بہک کر ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ بعض لوگوں نے قبائلی عصبیت میں اسلام چھوڑ کر ان جھوٹے نبیوں میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کی تھی۔ بعض اپنے سرداروں اور حالات کے دباؤ سے مرتد ہو گئے تھے۔ کچھ غلط فہمی کا شکار ہو کر ان کو سچا نبی ماننے کی غلطی کر بیٹھے تھے۔ بہرحال مختلف علاقوں میں مرتدین موجود تھے لیکن زیادہ تر ان قبیلوں اور علاقوں میں جو دیر سے اسلام لائے تھے اور تربیت و تعلیم کی کمی سے پکے مسلمان نہ بن سکے تھے۔ ان کا زور عرب کے سرحدی علاقوں میں زیادہ تھا اور مرکزی اور وسطی علاقوں میں کہیں کہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر کے اقدامات سے معلوم ہوتا ہے۔

ذوالقصہ کے باغیوں سے نمٹنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے عام مرتدوں اور جھوٹے نبیوں کے مشترکہ خطرے کو ختم کرنے کے لئے گیارہ لشکر ارتداد کے علاقوں میں روانہ کیے۔

اسلامی قائد	مہم کا مقام	مرتدوں اور جھوٹے نبیوں کے قبیلے
حضرت خالد بن ولید مخزومی	بزاخہ اور بطاح	طلیحہ اسدی اور اس کے قبیلے بنواسد وغیرہ
حضرت طریفہ بن حاجز سلمی	مدینہ کے شمال اور جنوب میں	بنوسلیم اور ہوازن
حضرت عکرمہ بن ابی جہل مخزومی	یمامہ	مسیلمہ کذاب اور قبیلۂ بنوحنیفہ وغیرہ
حضرت شرحبیل بن حسنہ کندی	یمامہ	؍؍ ؍؍ (دونوں کو ساتھ ساتھ)
حضرت علاء بن حضرمی	بحرین	بحرین کے مرتدین کے خلاف
حضرت عرفجہ بن ہرشمہ	مہرہ	مہرہ کے مرتدین کے خلاف
حضرت حذیفہ بن محصن	عمان	لقیط بن مالک ازدی اور دوسرے مرتدین
حضرت مہاجر بن ابی امیہ خزرجی	یمن و حضرموت	اسود عنسی کے پیروؤں کے خلاف یعنی قبیلۂ مذحج وغیرہ کے خلاف
حضرت سوید بن المقرن	یمن کے نشیبی علاقے	یمن کے بعض مرتد قبائل کے خلاف
حضرت عمرو بن عاص سہمی	عرب کی شمالی سرحد	قضاعہ، ودیعہ، بلی وغیرہ کے خلاف
حضرت خالد بن سعید اموی	حمقتان	غسان اور عذرہ کے خلاف

حضرت ابوبکر صدیق انتظامِ سلطنت کی خاطر مدینہ منورہ میں رہے اور ان لشکروں کو ان کی منزلوں کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے تیز رفتاری سے کام کیا اور تھوڑی سی مدت میں پوری کامیابی حاصل کی۔ مرتدین اور جھوٹے نبیوں کے خلاف دو معرکے بہت اہم ہوئے: ان میں سے ایک جنگِ خزاعہ تھی جو 632ء/11ھ میں حضرت خالد نے طلیحہ اسدی کے خلاف لڑی۔ انہوں نے دانشمندی سے کام لے کر پہلے ان قبیلوں کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت عدی بن حاتم وغیرہ کی کوششوں سے بنوطے اور بنوعدیلہ نے طلیحہ اسدی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر جنگ کے دوران بعض قبیلوں پر یہ حقیقت کھلی کہ وہ جھوٹا نبی ہے تو انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت خالد کے زبردست حملوں سے طلیحہ کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور توبہ کر کے پھر اسلام لے آئے۔ بعد میں طلیحہ اسدی نے مدینہ آکر توبہ کی اور اسلام قبول کر لیا۔ وہ بطور مسلم شہید ہوئے۔

دوسری بڑی جنگ، جنگِ یمامہ تھی جو 633ء/12ھ میں حضرت خالد مخزومی نے مسیلمہ کذاب اور سجاح تمیمی کے متحدہ محاذ کے خلاف لڑی۔ دراصل ہوا یہ کہ یمامہ کے خلاف جو دو مسلم لشکر بھیجے گئے تھے انہوں نے الگ الگ جنگ کی اور دونوں ہار گئے۔ تب حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو ان کے خلاف بھیجا اور انہوں نے زبردست جنگ لڑ کر فتح حاصل کی۔ مسیلمہ مارا گیا، سجاح فرار ہو گئی اور بعد میں مر گئی۔ مسیلمہ کے بہت سے ماننے والے قتل ہوئے۔ بچنے والوں نے بعد میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی کافی بڑی تعداد شہید ہوئی جن میں قرآن کے قراء اور حفاظ کی تعداد ہی سات سو کے قریب تھی۔

دوسرے اسلامی امیروں نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں کامیابی حاصل کی اور جہاں مسلمانوں کا پلہ کمزور نظر آیا وہاں حضرت خالد کو بھیجا گیا اور انہوں نے اپنی ماہرانہ جنگی صلاحیتوں سے تیزی سے فتح حاصل کی۔ ردہ جنگوں کے میدانی ہیرو حضرت خالد تھے مگر اصل دماغ حضرت ابوبکر صدیق کا کام کر رہا تھا۔ ان کی مضبوطی، صلابت اور دین کی فہم نے اسلام کو خطرناک حالات میں محفوظ رکھا۔ چنانچہ صرف چھ ماہ کی مدت میں ردہ بغاوتیں ختم ہو گئیں اور پورا جزیرۂ عرب اسلامی ریاست کے تحت آ گیا اور پھر سے کامل امن و امان قائم ہو گیا۔ اس کے علاوہ وہ قبیلے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے وہ بھی اسلام کی سچائی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

کرناٹک ہائی کورٹ نے ڈاکٹروں کی نشستوں میں کمی کے فیصلے کو کیا منسوخ

کرناٹک ہائی کورٹ نے 6/اکتوبر 2022 کو جاری کردہ ریاستی حکومت کے نوٹیفکیشن کو منسوخ کر دیا، جس کے ذریعے NEET-PG امتحان 2022 میں خدمات انجام دینے والے امیدواروں کے لیے مختص سیٹوں کو 30 فیصد سے کم کر کے 15 فیصد کر دیا گیا تھا، سرکاری کوٹہ ان ڈاکٹروں کے لیے ہے جو پہلے ہی کرناٹک بھر میں سرکاری خدمات انجام دے رہے ہیں، ہائی کورٹ نے یہ حکم خدمت کرنے والے امیدواروں کی طرف سے دائر درخواستوں کے بیچ میں دیا، انہوں نے نشاندہی کی تھی کہ عدالت کے ایک اور بینچ نے 14/اکتوبر کو ایک متعلقہ حکم میں ایک عبوری حکم جاری کیا تھا کہ ”جب 09-01-2022 تک 30 فیصد نشستیں ان سروس امیدواروں کے لیے مخصوص تھیں تو اسے کم کر کے 15 کر دیا جائے گا“ (ایجنسی)

گہلوت حکومت نے 500 مدارس میں اسمارٹ کلاس روم کی دی منظوری

راجستھان کے وزیر اعلیٰ اشوک گہلوت نے 500 مدارس میں اسمارٹ کلاس روم، اسرداپینے کے پانی کے پروجیکٹ کے لیے چھ نئے دفاتر کے قیام اور چار ذیلی صحت مراکز کو پی ایچ سی میں اپ گریڈ کرنے کی تجویز کو منظوری دے دی ہے، یاد رہے کہ گہلوت نے بجٹ سال 2022-23 میں مرحلہ وار رجسٹرڈ مدارس میں انٹرنیٹ کی سہولت کے ساتھ اسمارٹ کلاس روم فراہم کرنے کا اعلان کیا تھا، اس کے تحت پہلے مرحلے میں آنے والے سال میں 500 مدارس کو اپ گریڈ کیا جائے گا۔ (ایجنسی)

بھوپال شاہی مسجد سے سونے کا کلس چوری، چور کو کرائم برانچ نے نیپال سے کیا گرفتار

بھوپال کی تاریخی موتی مسجد سے سونے کا کلس چوری ہونے کے معاملے میں بھوپال پولیس اور کرائم برانچ نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے، شاہی مسجد سے سونے کا کلس چوری کرنے والے کو کرائم برانچ اور بھوپال پولیس نے مشترکہ کاروائی کرتے ہوئے نیپال بارڈر سے نہ صرف گرفتار کیا ہے؛ بلکہ مسجد سے چوری کئے گئے سونے کے کلس کو بھی چوری کرنے والے کی نشاندہی پر برآمد کر لیا ہے، مسجد کے سونے کے کلس کی برآمدگی کے بعد محکمہ شاہی اوقاف نے جہاں راحت کی سانس لی ہے وہیں شاہی اوقاف نے کرائم برانچ، بھوپال اور بھوپال کی سماجی تنظیموں وسماجی کارکنان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ (ایجنسی)

سپریم کورٹ نے جہیز کیس میں پیشگی ضمانت کے سلسلہ میں ہائی کورٹ کے حکم کو منسوخ کر دیا

سپریم کورٹ نے جھارکھنڈ ہائی کورٹ کے اس حکم کو ایک طرف رکھ دیا ہے، جس میں شوہر سے کہا گیا تھا کہ وہ جہیز ہراساں کرنے کے معاملے میں پیشگی ضمانت کی شرط کے طور پر بیوی کو 10 لاکھ روپے ادا کرے۔ ہائی کورٹ نے 4 اور 5 مارچ 2021 کو اپنے حکم میں شوہر کو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کے حق میں 10 لاکھ روپے کا ڈیمانڈ ڈرافٹ عبوری معاوضے کے طور پر جمع کرائیں۔ جسٹس اجے رستوگی اور جسٹس سی ٹی روی کمار کی بنچ نے کہا کہ ہائی کورٹ کے پاس اپیل کنندہ (شوہر) سے پیشگی ضمانت حاصل کرنے کے لیے 10 لاکھ روپے کا ڈیمانڈ ڈرافٹ جمع کرنے کے لیے کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے، اور وہ اپیل کی اجازت دیتی ہے۔

بھوپال میں اگنی ویر بننے کے لیے اکٹھے ہوئے 44 ہزار نوجوان، 4 سال کی سروس پر ناراضگی

مرکزی حکومت کی 'اگنی پتھ' اسکیم کے تحت ملک کی دفاعی افواج کے لیے بھرتی میں حصہ لینے کے لیے بھوپال میں 44,000 سے زیادہ امیدوار جمع ہوئے، بھوپال سمیت مدھیہ پردیش کے 9 اضلاع کے امیدواروں کو امتحانات کے اس موجودہ دور میں حصہ لینے کی اجازت دی جا رہی ہے، 'اگنی پتھ' فوجیوں، فضائیہ کے اہلکاروں اور بحریہ کے اندراج کے لیے ایک آل انڈیا میرٹ پر مبنی بھرتی اسکیم ہے، یہ اسکیم نوجوانوں کو مسلح افواج کے باقاعدہ کیڈر میں خدمات انجام دینے کا موقع فراہم کرتی ہے، اگنی پتھ اسکیم کے تحت بھرتی ہونے والے تمام لوگوں کو اگنی ویر کہا جائے گا۔

کیرالہ میں بڑھا برڈ فلو کا خطرہ، 20 ہزار سے زیادہ پرندوں کو مارنے کا فیصلہ

کیرالہ میں ایوین انفلوئنزا کے بڑھتے معاملات کے درمیان مرکزی وزارت صحت نے احتیاط بڑھا دی ہے، مرکزی وزارت کی طرف سے جمعرات کو ایوین فلو سے وابستہ معاملات کی جانچ کیلئے سات رکنی ایک ٹیم کو کیرالہ بھیجا گیا ہے، یہ ٹیم جانچ کی اپنی رپورٹ مرکزی وزارت صحت کو سونپے گی اور ساتھ ہی اس کو روکنے کے طریقے کو بھی بتائے گی، بتا دیں کہ ایوین فلو برڈ فلو کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، دنیا بھر میں جنگلی پرندوں میں اس کا اثر دیکھا گیا ہے۔ وہیں پرندوں کے رابطے میں آنے والے انسانوں میں بھی اس انفیکشن کا خطرہ ہوتا ہے۔

طب وصحت

ایک سیب روزانہ اچھی صحت کا ضامن

کہا جاتا ہے کہ ایک سیب روزانہ کھانے سے آپ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے جس کو طبی سائنس کافی حد تک درست بھی مانتی ہے۔ حالیہ تحقیقی رپورٹس میں سیب کو دیگر غذاؤں کے ساتھ ملانے یا دن کے مخصوص اوقات میں کھانے کے فوائد بھی سامنے آئے ہیں۔ ان سے واقفیت حاصل کر کے سیب کے زیادہ سے زیادہ طبی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

سیب اور ٹماٹر

روزانہ ایک سیب یا ٹماٹر کا استعمال بڑھاپے کے اثرات کو روکنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ ایک تحقیق میں سیب کے چھلکوں اور سبز ٹماٹروں میں ایک ایسا کیمیکل دریافت کیا گیا ہے جو عمر بڑھنے کے ساتھ پٹھوں میں آنے والی تنزلی کی روک تھام کا کام کرتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ایک پروٹین اے ٹی ایف 4 پٹھوں یا مسلز میں کمزوری آنے لگتی ہے جس کی وجہ جینز میں آنے والی تبدیلی ہوتی ہے۔ دو ماہ تک سیب یا سبز ٹماٹر کا استعمال اس کی روک تھام کرتا ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں پائے جانے والا قدرتی عنصر عمر بڑھنے سے مرتب ہونے والے اثرات کی روک تھام کرتا ہے۔

سیب اور کیلے

روزانہ ایک سیب یا کیلا کھانا ہارٹ اٹیک یا فالج سے موت کا خطرہ نمایاں حد تک کم کر دیتا ہے۔ ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ روزانہ ایک کیلا یا ایک سیب خون کی شریانوں کی پیچیدگیوں سے لاحق ہونے والے امراض سے موت کا خطرہ ایک تہائی حد تک کم کر دیتا ہے۔ تاہم تحقیق میں کہا گیا ہے کہ یہ پھل تازہ ہونے چاہئے، کیونکہ پراسیس شدہ پھل میں سے بیشتر طبی فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔

ایک سیب روز ضرور کھائیں

ایک سیب روزانہ فالج کی روک تھام کرتا ہے، ایک ڈچ تحقیق کے دوران دس برسوں تک بیس ہزار سے زائد افراد میں پھلوں اور سبزیوں کے استعمال کا جائزہ لیا گیا، نتائج سے معلوم ہوا کہ سرخ سیب کھانے کی عادت رکھنے والوں میں فالج کا خطرہ نو فیصد تک کم ہو جاتا ہے جبکہ دیگر رنگوں والے پھلوں سے یہ فائدہ نہیں ہوتا۔ تازہ سیب میں 84 فیصد پانی ہوتا ہے۔ سیب میں فاسفورس تمام پھلوں اور سبزیوں سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ سیب کا چھلکا ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ سیب گردوں کی صفائی کے لئے بھی بہترین ٹانک ہے۔ سیب میں موجود فائبر کی اعلیٰ مقدار پتھری کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جنک فوڈ اور کولڈ رنک کے ذریعے ہمارا جگر متاثر ہو رہا ہے۔ سیب جگر کو زہریلے مادوں سے پاک رکھنے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔

سیب صحت مند دل کے لئے

ایک تحقیق کے مطابق جسم سے سیب کا ایک اعلیٰ فائبر کا تعلق ہے۔ اعلیٰ فائبر کا زیادہ استعمال کولیسٹرول کو کم کرتا ہے دل کی شریانوں کی بیماری میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے۔ سیب میں فینولک کمپاؤنڈ پایا جاتا ہے۔ جو کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق اگر پچاس سال سے زیادہ عمر کے افراد روزانہ ایک سیب کھائیں تو ہر سال امراض قلب سے مرنے والے 8500 افراد کو بچایا جا سکتا ہے۔

وزن میں کمی

ہماری بہت سی بیماریاں موٹاپے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جن میں اسٹروک، دل کی شریانوں کی بیماری، اور سوتے وقت میں سانس لینے میں مشکل۔ بڑھتے وزن کو کنٹرول کرنے کے لئے سائنس دانوں نے فائبر کی مقدار کو کافی اہمیت دی ہے۔ سیب فائبر سے لبالب بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بغیر کیلوریز کے فائبر مہیا کرتے ہیں۔ سبز چائے اور سیب: تحقیق کے مطابق سیب اور گرین ٹی میں ایسے قدرتی کیمیکلز موجود ہوتے ہیں جو جسم کو سنگین طبی مسائل جیسے امراض قلب اور کینسر وغیرہ سے تحفظ دیتے ہیں۔ جب ان دونوں کو اکٹھے استعمال کیا جاتا ہے تو ان میں موجود قدرتی اینٹی آکسائیڈنٹس وی ای جی ایف نامی مالیکیول کو بلاک کرتے ہیں جو خون کی شریانوں میں چربی کو جمع نہ ہونے دینے والے عمل کو بڑھاتا ہے، خیال رہے کہ شریانوں میں چربی جمنے سے دل کے دورے یا فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ تحقیق میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں غذائیں خون میں نائٹرک آکسائیڈ کی مقدار بھی بڑھا دیتی ہیں، جس سے شریانوں کو پھیلنے میں مدد ملتی ہے۔

دماغی کمزوری

طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ دماغی کمزوری اور زکام میں سیب کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ طالب علموں کو اکثر امتحانوں میں نزلہ زکام کی شکایت ہو جاتی ہے۔ یہاں دماغی کمزوری میں مفید ایک غذائی نسخہ دیا جا رہا ہے۔ کھانا کھانے سے دس منٹ پہلے ایک یا دو سیب اچھی کوالٹی کے چھیل کر کھانے سے چند روز میں دماغی کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

کھانسی

ایک پکا ہوا سیب کوٹ لیں یا اس کا رس نکال لیں۔ کوٹے ہوئے سیب کا رس نکال کر مصری ملائیں اور صبح ناشتے سے پہلے مریض کو پلائیں یہ کھانسی کے لئے مفید ہے۔

قے کا علاج

کچے سیب کا جوس نکال لیں یا کوٹ کو نچوڑ لیں۔ اس میں نمک ملا کر پلانے سے قے میں آرام آتا ہے۔ پیٹ کے کیڑے: رات کے وقت بچوں کو دو سیب کھلائیں۔ اس کے بعد پانی بالکل نہ پلائیں۔ چند روز ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے نکل جاتے ہیں۔

قابل رشک صحت

صبح خالی پیٹ تین چار سیب کھا کر دودھ پئیں۔ ایک دو ماہ میں صحت بہت اچھی ہو جائے گی۔ بھوک نہ لگنا: تازہ سیب کے جوس میں چٹکی بھر سیاہ مرچ سفید زیرہ اور نمک ملا کر پینے سے بھوک میں اضافہ اور معدہ طاقتور ہوتا ہے اور غذا جزو بدن بننے لگتی ہے۔

مربہ سیب

پانچ سے چھ موٹے سیب لے کر ان کے اندر سے بیج نکال دیں۔ چاقو سے نکال کر پانی میں ہلکا سا جوش دیں۔ نیم پختہ ہونے پر چینی کی چاشنی ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے آگ پر پکائیں۔ قوام گاڑھا ہونے پر آگ سے اتار کر شیشے کی بوتل یا جار میں محفوظ کر لیں۔ بطور ناشتہ سنہری ورق میں لپیٹ کر استعمال کرنا مقوی، قلب و دماغ ہے۔

Volume:62/72,Issue:41R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

عجیب لوگ ہیں کیا خوب منصفی کی ہے
ہمارے قتل کو کہتے ہیں خودکشی کی ہے

(حفیظ میرٹھی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

بہار کے اردو ادارے اور حکومت کے اقدامات!

پروفیسر مشتاق احمد

بہار میں نتیش کمار کی قیادت والی نئی حکومت جب سے تشکیل پائی ہے تب سے ایک بار پھر اردو اداروں کے متعلق طرح طرح کے مطالبے شروع ہو گئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ریاست میں گذشتہ کئی برسوں سے اردو کے فروغ کے لیے قائم کردہ سرکاری ادارے بند تو نہیں ہوئے ہیں؛ لیکن وہ عملی طور پر فعال کردار ادا نہیں کر رہے ہیں۔ کیوں کہ ان اداروں کی تشکیل نو نہیں ہونے کی وجہ سے سارے کام بند پڑے ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ ریاست میں اردو زبان کو دوسری زبان کا درجہ حاصل ہے اور یہاں اردو کے فروغ کے لیے حکومت نے اردو اکیڈمی اور اردو مشاورتی کمیٹی جیسے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ اس لئے اردو آبادی کی طرف سے ان دونوں اداروں کو فعال بنانے کے لئے اس کے چیئر مین اور ممبران کی نامزدگی کا مطالبہ ہوتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ادارے اس لیے قائم کیے گئے ہیں تا کہ اس کے ذریعے اردو کا فروغ ہو سکے۔ یہ سکہ کا ایک پہلو ہے۔ لیکن جہاں تک اردو زبان کے فروغ کا سوال ہے، اس کے لئے صرف سرکاری ادارے کا فعال ہونا یا پھر اس کے چیئر مین اور ممبران کی نامزدگی کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ دونوں سرکاری اداروں کے ذریعے اردو زبان کی تعلیم کا کوئی راستہ ہموار نہیں کیا جاتا؛ البتہ اردو کے ادبا اور شعرا کی کتابوں کی اشاعت کا مسئلہ مالی امداد دینے کی وجہ سے آسان ہو جاتا ہے اور پھر کتابوں پر انعام مل جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دونوں اداروں کی فعالیت سے ادب کو فروغ مل سکتا ہے، البتہ اردو زبان کی ترقی کا جو مسئلہ ہے وہ حل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت ریاست میں اردو زبان کی تعلیم کے راستے میں جو مسائل ہیں اس کو دور کرنے کے لئے اردو زبان بولنے والوں کو فعال و متحرک ہونا ہوگا بالخصوص اردو آبادی کو یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ اپنی نئی نسل کو اردو تعلیم سے آراستہ کریں۔ کیونکہ اس وقت سب سے بڑا المیہ ہے کہ دن بہ دن اردو گھرانوں میں اردو کا چراغ کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اردو والے اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دلانے میں غیر سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ہم اردو والے خود اپنی نئی نسل کو اردو سے دور کرتے جا رہے ہیں تو حکومت کے ادارے کون سا کرشمہ کر دیں گے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ دن رات حکومت سے مطالبہ کرنے کی جگہ ہم سب انفرادی طور پر ممکن بھر یہ کوشش کریں کہ ہمارے گھروں میں اردو کی تعلیم کی روایت قائم رہے اور ہمارے آس پاس گھروں میں بھی اردو کی تعلیم یقینی ہو سکے۔ یہ بات میں ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں کہ اسکولوں اور کالجوں میں دن بہ دن اردو طلباء کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہمارے مدارس میں اردو رسم الخط کے ذریعہ تعلیم کا نظم قائم نہیں رہتا تو صورتحال اور بدتر ہوتی۔ اس کی زندہ مثال یہ بھی ہے کہ آج ملک کی تمام بڑی یونیورسٹیوں میں شعبہ اردو کی رونق مدارس کے فارغین طلبا سے برقرار ہے۔

اس لئے جتنی فکر مندی سرکاری اردو اداروں کو فعال بنانے کی ہے اس سے کہیں زیادہ اردو زبان کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے فکر مندی لازمی ہے۔ یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ میں سرکاری اردو اداروں کو فعال بنانے کے حق میں نہیں ہوں۔ یہ تو ہمارا جمہوری حق ہے اور جب ریاست میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے تو اردو کے لیے کام کرنے والے اداروں کو زندہ ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جن لوگوں کی نگاہ ان اداروں کے عہدوں پر ہوتی ہے ان کا اردو کے مستقبل سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔ وہاں جا کر مہرہ بن جاتے ہیں۔ ماضی کا تلخ مشاہدہ ہے کہ بہت کم ایسے جیالے ہوئے ہیں جو ان عہدوں پر جا کر اردو کی تعلیم کو فروغ دینے کیلئے کوشاں رہے ہوں۔ دراصل یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اردو اکادمی ہو کہ اردو مشاورتی کمیٹی ان دونوں کے کار عمل میں اردو تعلیم نہیں ہے۔ اردو اکادمی کے تعلق سے پہلے ہی یہ ذکر آ چکا ہے کہ وہ اردو ادب کو فروغ دینے کیلئے ہے اور اردو مشاورتی کمیٹی کا کام صرف یہ ہے کہ حکومت کو سرکاری دفاتر میں اردو کے چلن کو فروغ دینے کیلئے مشورہ دے۔ اس کے مشورے کو حکومت اس قدر سنجیدگی سے لیتی ہے وہ حقیقت بھی جگ ظاہر ہے۔ میں اس حقیقت کی طرف اکثر توجہ دلاتا رہا ہوں کہ کوئی بھی زبان سب سرکاری مراعات پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر سرکاری فنڈ سے ہی کوئی زبان فروغ پاتی تو ملک کی قومی زبان ہندی کا پورے ملک میں بول بالا ہوتا مگر آزادی کے پچھتر برسوں کے بعد بھی جنوبی ریاستوں میں کیا حال ہے اور شمال مشرقی ریاستوں میں ہندی کے سامنے کیا دشواری ہے اس سے بھی ہم بخوبی واقف ہیں۔

غرض کہ کسی بھی زبان کی ترقی کی ضامن اس کی تعلیم اور اس کے رسم الخط کا تحفظ ہے۔ ریاست بہار میں جس وقت اردو اکادمی نہیں تھی اور نہ ہی اردو مشاورتی کمیٹی کا تصور تھا، اس وقت ریاست میں اردو زبان کا کتنا بول بالا تھا کہ مکتب سے لیکر سیکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں قابل رشک اردو طلبا و طالبات کی ہوتی تھی کہ اس وقت اردو زبان کے لئے ریاست میں کئی رضا کار تنظیمیں تھیں اور اردو کے مخلص جیالے تھے جو دن رات اردو کی تعلیم کو فروغ دینے کیلئے فکر مند رہتے تھے۔ وہ حکومت سے زیادہ عوام کو بیدار کرنے کی کوشش میں رہتے تھے۔ مسجد کے ممبر سے لے کر مذہبی جلسوں اور سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں بھی اردو زبان کو زندہ رکھنے کی اپیل کی جاتی تھی اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ حکومت کو بھی خوف ہوتا تھا کہ اگر اردو کے ساتھ ناانصافی ہوئی تو اس سے اس کا خسارہ ہو سکتا ہے، کیوں کہ کوئی بھی حکومت اتنی بے خبر نہیں ہوتی ہے کہ اس کو عوام کے مزاج کا اندازہ نہیں ہو۔ آج اگر اردو زبان سے محبت رکھنے والے افراد اپنے بچوں کو اردو زبان کی تعلیم دلانے کیلئے عہد کر لیں اور سرکاری دفاتر میں اردو زبان میں درخواست دینے کی روش اختیار کر لیں تو اردو زبان کی ترقی کے راستے خود بخود ہموار ہونے لگیں گے۔ مگر افسوس کہ حکومت اردو مترجم تو بحال کرتی ہے اور اردو آبادی کی غفلت کا اندازہ لگانا ہو تو کبھی اس تلخ حقیقت سے بھی آشنا ہو جائیں کہ ہم اردو والوں نے اردو کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ راج بھاشا کا اردو ڈائریکٹریٹ جس کا کام سرکاری دفتروں میں اردو زبان میں کام کاج کو فروغ دینا ہے اور وہ اس پہلو پر جدو جہد بھی کرتے ہیں تاہم وہ اپنے مقصد اولین سے کہیں زیادہ سیمینار منعقد کرنے اور کتابوں کی اشاعت پر سنجیدہ ہے۔ اور اردو زبان کی ترقی کے لئے ہم صرف حکومت سے مطالبے کرنے میں مصروف ہیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

☆ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ہفت روزہ ترجمان اخبار ہر سموار کو طبع ہو کر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور سموار و منگل دو دنوں کے اندر ڈاک کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، یہ تین چار دنوں میں خریداروں تک پہونچ جاتا ہے، اگر یہ اخبار آپ تک پابندی سے نہیں پہونچتا یا ڈاکیہ ٹال مٹول کرتا ہو تو آپ اس کی اطلاع مندرجہ ذیل نمبر پر فون کر کے دفتر کو دیں تا کہ متعلقہ افسران سے رابطہ کر کے اسے آپ تک پہونچانے کی حتمی صورت نکالی جا سکے۔

☆ اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت چلنے والے مولانا منت اللہ رحمانی پارا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ پھلواری شریف، پٹنہ میں بی ایم ایل ٹی (بیچلر آف میڈیکل لیبوریٹری ٹیکنالوجی) اور بی پی ٹی (بیچلر آف فیزیوتھیراپی) کورس میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ وطالبات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مذکورہ دونوں کورسز میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان (Entrance Test) مورخہ 02 نومبر 2022 کو صبح 10:00 بجے سے دوپہر 1:00 بجے تک ہوگا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے فارم بھرنے کا عمل جاری ہے۔ جن طلبہ وطالبات نے اب تک فارم نہیں بھرا ہے وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ کے کاؤنٹر سے فارم حاصل کر کے فارم بھر کر جمع کر دیں اور مذکورہ تاریخ میں داخلہ ٹیسٹ میں شریک ہوں۔ ایڈمٹ کارڈ مورخہ 01 نومبر 2022 سے ملے گا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے اپنا آدھار کارڈ ضرور ساتھ لائیں۔ مزید معلومات کے لیے انسٹی ٹیوٹ کے موبائل نمبر 9905354331,9631529759, 7091445303 پر رابطہ کریں۔

سہیل احمد ندوی
سکریٹری جنرل امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ